اللہ کی مدد کا حصول!

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة ، ومن يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والآخرة ، ومن ستر مسلما ستره الله في الدنيا والآخرة ، والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه .))(صحيح مسلم ، رقم : ٢٦٩٩)

”جس نے کسی مومن سے دنیا کا ایک دکھ دور کیا، اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کا ایک دکھ دور فرمائے گا۔ اور جس نے کسی مشکل زدہ کے لیے آسانی پیدا کی، اللہ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانی فرمائے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی عیب پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ تب تک اپنے بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی اعانت میں رہتا ہے۔“

پیغمبر اسلام ﷺ کی ہمہ گیریت

ظہورِ محمدی سے پہلے دنیا کی یہ کل آبادی مختلف گھرانوں میں بٹی ہوئی تھی لوگ ایک دوسرے سے نا آشنا تھے، ہندوستان کے رشیوں اور سینوں نے آریہ ورت سے باہر خدا کی آواز کے لیے کوئی جگہ نہیں رکھی تھی، ان کے نزدیک پرمیشور صرف پاک آریہ ورت کے باشندوں کی بھلائی چاہتا تھا، خدا کی رہنمائی کا عطیہ صرف اسی ملک اور یہیں کے بعض خاندانوں کے لیے محفوظ تھا زردشت خاک پاک ایران کی پاک نژاد کے سوا اور کہیں خدا کی آواز نہیں سنتا تھا، بنی اسرائیل اپنے خاندان سے باہر کسی رسول اور نبی کی بعثت اور ظہور کا حق نہیں سمجھتے تھے، یہ پیغام محمدی ﷺ ہی ہے، جس نے پورب، پچھّم، اُتر، دَکھن ہر طرف خدا کی آواز سنی اور بتایا کہ خدا کی رہنمائی کے لیے ملک قوم اور زبان کی تخصیص نہیں اس کی نگاہ میں فلسطین، ایران، ہندوستان اور عرب سب برابر ہے، ہر جگہ اس کے پیغام کی بانسری بجتی اور ہر طرف اس کی رہنمائی کا نور چمکا:

﴿وَ اِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡهَا نَذِیۡرٌ﴾[الفاطر: ۲۴] ''اور نہیں ہے کوئی قوم مگر یہ کہ اس میں گزر چکا ایک ہشیار کرنے والا۔''

﴿وَّ لِکُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ﴾[الرعد: ۷] ''اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہے۔'' ﴿وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ رُسُلًا اِلٰی قَوۡمِهِمۡ﴾[الروم: ۴۷] ''اور ہم نے تجھ سے پہلے کتنے رسول ان کی طرف کی اپنی اپنی قوم کے پاس بھیجے۔'' ایک یہودی اپنی قوم سے باہر کسی پیغمبر کو تسلیم نہیں کرتا، ایک عیسائی کے لیے بنی اسرائیل کے یا دوسرے ملکوں کے رہنماؤں کو تسلیم کرنا ضروری نہیں اور ایسا کرنے سے اس کے سچے عیسائی ہونے میں کچھ فرق نہیں آتا، ہندو دھرم کے لوگ آریہ ورت کے باہر خدا کی کسی آواز کے قائل نہیں، ایران کے زردشتی کو اپنے ہاں کے سوا دنیا ہر جگہ اندھیری معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی کا پیغام ہے کہ ساری دنیا ایک ہی خدا کی مخلوق ہے، اور خدا کی نعمتوں میں ساری قومیں اور نسلیں برابر کی شریک ہیں۔ ایران ہو یا ہندوستان، چین ہو یا یونان، عرب ہو یا شام ہر جگہ خدا کا نور یکساں چمکا، جہاں جہاں بھی انسانوں کی آبادی تھی، خدا نے اپنے قاصد بھیجے، اپنے رہنما اُتارے اور ان کے ذریعہ اپنے احکام سے سب کو مطلع فرمایا۔

اسلام کی اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک دنیا کے تمام پیغمبروں پر پہلی آسمانی کتابوں پر اور گزشتہ ربانی اماموں پر یقین نہ رکھے، جن جن پیغمبروں کے قرآن میں نام ہیں، ان کو نام بنام اور جن کے نام نہیں معلوم، یعنی قرآن نے نہیں بتائے ہیں وہ کہیں بھی گزرے ہوں اور ان کے جو نام بھی ہوں ان سب کو سچا اور راست باز ماننا ضروری ہے، مسلمان کون ہیں:

﴿اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ﴾[البقرة: ۴] ''جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو اے محمد تم پر اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اُترا۔'' پھر سورۃ البقرۃ کے بیچ میں فرمایا: ﴿وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ﴾[البقرة: ۱۷۷] ''لیکن نیکی اس کی ہے جو خدا پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور تمام نبیوں پر ایمان لایا۔'' اسی سورت کے آخر میں ہے کہ پیغمبر اور اس کے پیرو: ﴿کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِکَتِهٖ وَ کُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ﴾[البقرة: ۲۸۵] ''سب ایمان لائے خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ہم اس کے رسولوں میں باہم فرق نہیں کرتے۔'' یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر نہیں، تمام مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ الۡکِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ وَ الۡکِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ﴾[النساء: ۱۳۶] ''اے ایمان لا چکنے والو! ایمان لاؤ خدا پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اُتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اُتاری گئی۔'' عزیزو! دنیا کی اس روحانی مساوات، انسانی اخوت و برادری اور تمام سچے مذہبوں رہنماؤں اور پیغمبروں کے اس حقیقی ادب و تعظیم اور ان کی یکساں صداقت کا سبق محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کس نے دیا ہے، اب بتاؤ کہ پیغمبر اسلام کی رحمت عام ہمدردی اور رواداری کا دائرہ کتنا وسیع ہے کہ اس سے انسانوں کی کوئی بستی اور بنی آدم کا کوئی گھرانا خالی نہیں۔

(مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ
سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

04 جمادی الثانی 1435ھ جمعۃ المبارک 04 تا 10 اپریل 2014ء

مسلک اہلحدیث کا داعی وترجمان

ہفت روزہ الاعتصام

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 14 جلد 66

جواہر پارے	اللہ کی مدد کا حصول!		
کلمہ طیبہ	پیغمبر اسلام ﷺ کی ہمہ گیریت	(مولانا سید سلیمان ندوی)	
اداریہ	صلیب کی یہ ''خیر خواہی''......!	(حافظ احمد شاکر)	3
درس قرآن	تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت ......(۴۷)	(مولانا ارشاد الحق اثری)	5
درس حدیث	اربعین اعتقادی ......(۳۹)	(ریاض عاقب اثری)	6
إفتاء	مختلف سوالات	(مفتی عبید اللہ خاں عفیف)	8
تحقیق وتدقیق	حائضہ عورت کا کریم قرآن کی تلاوت کرنا......(۳)	(حافظ صلاح الدین یوسف)	10
مقالات علمیہ	اسلام میں انسانی حقوق......(۱)	(پروفیسر عبدالعظیم جانباز)	15
نقد ونظر	''عقیدہ ختم النبوۃ'' کی آڑ میں تاریخ سازی	(داود ارشد)	18
بدعات ورسوم	اپریل فول کی تاریخی وشرعی حیثیت	(اعزاز الحق، ضیاء الحق)	25
تبصرہ کتب	مجموعہ مقالات وفتاویٰ	(محمد اسحاق بھٹی)	28
شعر وادب	مسلمان عورت سے!	(ماہر القادری)	34

خط وکتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12
E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ : -/12 روپے
سالانہ : -/500 روپے
بیرونی ممالک سے : -/200 ریال
-/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

صلیب کی یہ ''خیر خواہی''......!

حافظ احمد شاکر

ہماری ناقص معلومات کے مطابق وطن عزیز کو غیر مسلم ممالک سے ملنے والی امداد اور قرض یا تعلیم کے نام پر ملتا ہے، جس کا مقصد تعلیم میں سے اسلامی تعلیمات ،نظریات، اور تاریخ اسلام کی شخصیات اس طرح خارج کر دی جائیں کہ ان کا احترام......اگر ختم نہ بھی ہو سکے......کم کر دیا جائے اور اسلامی شعائر......نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد، مسجد اور کتاب اللہ......کی اہمیت ختم کرنے ،اسلامی تہواروں سے ثواب کا عنصر عنقا کرنے، غیر اسلامی طرز معاشرت کو نصاب میں داخل کرنے جیسے مقاصدِ فاسدہ ہوتے ہیں جن کے پس منظر میں فحاشی کا فروغ اور علم کے نام پر جنس......Sex......کی آگہی ہوتی ہے۔ یا پھر یہ امداد ترقی......سڑکوں وغیرہ کے لیے......کے نام پر جو ہوتی ہے وہ امداد کرنے والے ممالک کی عموماً مصنوعات...... گاڑیاں، پٹرول......فروخت کرنے کی مارکیٹنگ ہوتی ہے اسی طرح انڈسٹری کے نام پر ملنے والے قرض کے لیے یہ ممالک سالہا سال ملکی بابوؤں ......بیوروکریسی......کی ذہنی تشکیل کر کے ان سے مزعومہ ترقی کے ناقص منصوبہ بندی اس طرح کے سنہری حرفوں میں کرواتے ہیں کہ حکمران......جو آنی جانی چیز ہوتے ہیں......لفظوں کے گورکھ دھندوں میں الجھ کر ان ادھورے منصوبوں کی تائید کرنے پر مجبور ہو جاتے یا کر دیے جاتے ہیں اور اس طرح کے منصوبے اُس وقت مکمل ہوتے ہیں جب قرض کی واپسی کا وقت ہو جاتا ہے اور منصوبے کو رواں کرنے کے لیے پھر مزید قرض درکار ہو جاتا ہے اور جب مصنوعات شروع ہو جاتی ہیں تو پھر......ان کے لیے حاصل کردہ......قرض تو وہیں کھڑا رہتا ہے اور اس کا سود ہمیشہ کے لیے حکومت کو ادا کرنا پڑتا ہے گویا کہ صنعتی ترقی اور قوم کا معیار بلند کرنے کے نام پر لیے ہوئے سودی قرض سے مکڑی کا ایک ایسا جال بن دیا جاتا ہے، جو کہ ہمارے گرد بنا جا چکا ہے کہ بظاہر اس سے نکلنا ممکن نہیں ہوتا سوائے ایمان کی جرأت کے کہ ایمان باللہ کا ایک ہی نعرہ اس کو تار تار کر سکتا ہے۔

بات شروع کی تھی غیر مسلم دنیا کی مسلمان ممالک سے قرض یا امداد کے نام پر اس ''خیر خواہی'' کی جس کا احسان جتلاتے یہ لوگ تھکتے نہیں اس عمل کو فارسی میں ''درمدح خود طنبورہ میں سرایذ'' کہا جاتا ہے۔ جب کہ اسلام نادار، مریض، آفت زدہ انسانوں اور مساکین بھائیوں کی اللہ کی رضا کے لیے خدمت اور تعاون کا سبق ہی نہیں ترغیب بھی دیتا ہے۔ جیسا کہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ کا پوری اُمت مسلمہ کے ساتھ حسن سلوک ہے۔

یہ طویل......اور کسی حد تک لایعنی......داستان نوک قلم پر اس لیے آگئی کہ گزشتہ دنوں وطن عزیز کے مخلص ترین برادر اسلامی ملک المملکۃ العربیۃ السعودیۃ نے وطن عزیز کی معاشی صورت حال دیکھ کر کچھ رقم ہدیۃً بھجوائی تھی، جس پر لادین سیاستدان اور بے دین سیاسی جماعتوں نے طوفان اُٹھا لیا تھا کہ جناب یہ رقم کس مد میں، کس لیے اور کیسے آئی؟ اب پشتینی سیاستدانوں کے آقائے دلی نعمت......برطانیہ......کا نمائندہ تعلیم کے نام پر کچھ رقم لے کر آیا ہے تو یہ ٹوڈی خاندان احسان مند ہو کر اس کی راہوں میں بچھے جا رہے ہیں۔ کسی نے یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس کی نہ کبھی اس کا تذکرہ کسی زبان پر آیا نہ آئے گا کہ یہ تعاون کون سی تعلیم کے لیے ہے جناب؟ سچ پوچھئے تو یہ پوچھنے کی ضرورت بھی کیا ہے کہ جو دین و وطن دشمن طاقتیں ملالہ یوسف زئی جیسی معصوم فطرت بیٹی کو ایک آڑ بنا کر اس کے نوخیز ذہن میں......تربیت کی......پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھنے کی نیت سے اس کو لے گئی ہیں وہی طاقتیں اس طرح کی تعلیم کے لیے ہی یہ تعلیمی تعاون کرتی ہیں، تا کہ پاکستانی بچوں میں سے اب تک اگر کچھ بچے مغربی......بے دین......تعلیمی نظام سے بچ کر اپنے دین، اللہ، رسول ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی طرف مائل ہیں یا ان کے والدین اس نہج پر ان کی تربیت کی کوشش کر رہے ہیں تو اس مال فرنگ سے ان کے دلوں کو نور الٰہی سے محروم کر دو اور ان کے قلب سے روح محمد نکال دو۔ دیکھتی آنکھوں کی حقیقت یہ ہے کہ وطن عزیز کی تمام علمی اور سائنسی قدآور شخصیات ''ٹاٹ سکولوں'' سے فیض یافتہ ہیں کہ علم نہ عمارتوں سے رستا ہے اور بناؤ سنگھار اور نمائش سے آتا ہے اور نہ قدیم تعلیم ادارے جہالت بانٹتے تھے۔ گذشتہ دو تین دہائیوں سے گلی گلی، محلے محلے جو انگلش

سکولوں کی یورش...... با قاعدہ منصوبہ بندی سے...... کی گئی ہے اس سے تعلیم انتہائی مہنگی ہو چکی ہے، ان کا نصاب اوٹ پٹانگ ہوتا ہے، یہ ادارے معاشرے میں اس لیے سرائیت کر گئے ہیں کہ آج کل کی نسل...... لڑکے، لڑکیاں...... اپنی اولاد کو کچھ وقت نہیں دیتی بلکہ تین سال کے بچے کو نرسری، پری پ وغیرہ میں بھاری فیس دے کر بھیج کر معاشرے میں معیار بلند تو کر لیتی ہے کہ کم وسیلہ لوگ عموماً مہنگے سکول اور مہنگے ڈاکٹر سے ہی مطمئن ہوتے ہیں، حالانکہ علم آتا ہے شوق سے، لگن سے، محنت سے اور والدین و استادوں کے ادب سے لیکن ہوتا یہ ہے کہ بچے پنجابی معاشرے میں رہتے، اردو بولتے، انگلش سیکھتے، انگریزی پہنتے اور اینگلو پنجابی...... پنجابی اور انگریزی...... کھانے کھاتے ہیں، لہٰذا ان کو نہ مادری...... پنجابی، سندھی، بلوچی، سرائیکی، پشتو...... زبان آتی ہے، نہ قومی زبان پڑھ سکتے ہیں حتیٰ کہ ان کو اُردو میں گنتی بھی نہیں آتی اور ہوتا یہ ہے اس طبقے کا انگلش میڈیم کا شوق تین چار سال میں ہی...... مہنگائی کے باعث...... ہرن ہو جاتا ہے، لیکن انگلش کی مرعوبیت، لادین ماحول کی آوارگی روح میں سرایت کر چکی ہوتی ہے، رشتے ناتے انکل آنٹی کے لفظوں نے ہڑپ کر لیے ہیں، خون کا جوش، رشتوں کی چاہت ٹی وی ڈراموں نے اُڑ نچھو کر لی ہے باقی رہ گئے، بچے! وہ بے چارے انگلش میڈیم میں پڑھ کر عمر بھر بچپن کی لادین پنیری...... بیج...... سے مرعوب رہتے، اپنے گھر، خاندان، محلے اور ملک کو پسماندہ جانتے زندگی گزار دیتے ہیں، بچپن خصوصاً انگلش میڈیم سکولوں کے سے ملی اور دیکھی تصوراتی پر تعیش زندگی کی تلاش میں اوائل عمر بے کار گزار دیتے ہیں۔ اور یہ ہوتا ہے انجام، مال فرنگ سے حاصل کی ہوئی تعیم کا۔ مدارس دینیہ کے منتظمین سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ بھی مغربی ممالک کے ان ہدایا، تعاون اور تحائف سے گریز نہیں پرہیز کریں جو وہ دینی مدارس کو مختلف عنوانات کے تحت دے کر ان مدارس کو مرہون احسان کر ڈالتے ہیں کیوں کہ بالآخر گانا اسی کا پڑتا ہے جس کا کھایا ہوتا ہے۔

خوش کن خبر:

آج کل حرم کے خواہش مند مسافروں میں حج کے لیے بحری راستے کھل جانے کی خوش کن خبر گردش کر رہی ہے، جس سے بہت سے نادار کم وسیلہ تشنگان حرم کے دل بلیوں اچھلنے لگے ہیں۔ وزارت حج سے ہماری ایک درخواست تو یہ ہے کہ بحری جہاز کے کرایوں میں یہ نزاکت ملحوظ رکھیں کہ ملک کے کونے کونے سے کم وسیلہ زائرین کثیر اخراجات کر کے...... کراچی...... جہاز تک پہنچیں گے دوسری گزارش یہ کہ وہ سعودی وزارت حج سے بحری مسافروں کے لیے تعاون طلب کریں تو یقین ہے کہ سعودی اخوان اس عمل خیر میں تأمل نہیں کریں گے۔ اس تعاون سے مراد یہ ہے کہ بحری مسافروں کے لیے رہائش حرمین شریفین کے...... ممکن حد تک...... قریب ہو نیز انہی رہائش گاہوں میں حکومت سعودیہ ان ضیوف الرحمان کو کھانا کھلانے کا بندوبست بھی کر دے یقین ہے کہ سراپا خیر حکومت سعودیہ رب کے مہمانوں کی خدمت میں اور کوئی کمی نہیں رکھتی یہ خدمت بھی بہ طیب خاطر کرے گی۔

جوابدہی کا خوف:

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی بہت تھوڑی ہے اور اس زندگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ ملک کی دوسری آیت میں فرمایا: ''تا کہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔'' کیوں کہ اسلام لانے اور اس کی تعلیمات پر عمل کی طفیل اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنت عطا فرمائی ہے اور جنت کی زندگی ہی اصل عیش کی دائمی زندگی ہے۔ جو انسان ایمان بالآخرت کی نعمت سے محروم ہیں وہ دنیاوی عیش و آرام کے پیچھے بھاگتے، اسی کے لیے مرتے اور دنیا میں سب کچھ اسی کے لیے کرتے ہیں یہ تفریحات، میلے، ٹھیلے، یہ جشن ہائے بہاراں، یہ پھلوں پھولوں کی نمائش یہ سب انہی لوگوں کی ایجادات ہیں جو جنت کی زندگی سے لاعلم اور بے خبر ہیں۔ ہم کو اللہ رب العزت نے اپنے فضل خاص سے ایمان بالآخرت کی نعمت سے نوازا ہوا ہے اس لیے پنجاب کے خادم اعلیٰ صاحب سے درخواست ہے کہ مختلف باغات میں مخلوط تفریحات کی آپ اس طرح اور اس قدر سرپرستی اس لیے نہ کریں کہ وہاں پر ہونے والے حادثات، واقعات اور اعمال کے عنداللہ بالآخر آپ ہی کو جوابدہ ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس طرح کے لہو و لعب اور ضیاع وقت سے بچنے کی توفیق فرمائے کہ روزِ قیامت ان سب نعمتوں...... وقت، مال، صحت، اولاد...... کا ہم نے اللہ کو حساب بھی دینا ہے اور جواب بھی۔

درس قرآن — قسط نمبر ⑰

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری ﷾

﴿فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ یہ تمھارے جھوٹے گھڑے ہوئے معبود ہیں تو رب العالمین کے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے؟ کیا کائنات کا رب بھی تم انھی کو تسلیم کرتے ہو؟ کیوں کہ عبادت کے لائق تو وہ ہے جو رب العالمین ہے۔ اگر یہ تمھارے معبود ہیں تو رب العالمین کے بارے میں کیا تم اس بدگمانی میں مبتلا ہو کہ وہ اکیلا تمھاری ضروریات کو پورا نہیں کرسکتا۔ یا وہ تمھاری حفاظت سے قاصر ہے۔ کیا وہ تمھاری پکار کو نہیں سنتا کہ تم نے اس تک بات پہنچانے کے یہ وسیلے اور واسطے بنالیے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں جب تمھارا یہ سوءِ ظن ہے اور تم نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنالیا ہے تو اب اللہ کے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے کہ وہ قیامت کے روز تمھارے ساتھ خیر کا معاملہ کرے گا اور اپنی رحمت سے تمھیں نوازے گا؟ اللہ کے سوا تم عبادت کرو ان بتوں کی اور اُمید رکھو اللہ تعالیٰ پر کہ جیسے دنیا میں اس نے تمھیں اپنے انعامات سے نوازا ہے اسی طرح وہ قیامت میں بھی رحم وکرم کا معاملہ فرمائے گا۔ ہرگز نہیں وہ بڑا غیور ہے اسے اپنی سلطنت میں کسی کی شراکت گوارا نہیں جو بھی یہ حماقت کرے گا وہ اسے جہنم رسید کرے گا۔

"الظن" دراصل کسی چیز کی علامت محسوس کر کے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے "ظن" کہتے ہیں۔ جب یہ علامت قوی اور بیّن ہو تو اسے علم کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔ اور اگر وہ نتیجہ بہت کمزور ہو تو اسے "وہم" کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں "رب العالمین" کے بارے میں ان کے "ظن" کا سوال کیا ہے کہ رب العالمین کو چھوڑ کر تم نے اپنا معبود اِن بتوں کو بنایا ہے تو "رب العالمین" کے بارے میں تمھارا ظن کیا ہے؟ ظن کا اکثر وبیشتر اطلاق غلطی اور خطا پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾[الحجرات:۱۲]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو یقیناً بعض گمان گناہ ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اياكم والظن فان الظن أكذب الحديث .))

(بخاری: ۵۱۴۳، مسلم: ۲۵۶۳)

"اپنے آپ کو ظن وگمان سے بچاؤ کیوں کہ ظن سب سے بڑا جھوٹ ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ فرمایا کہ "فما ظنكم برب العالمين"، تو ان کی رائے کو ظن کہہ کر اشارہ فرمادیا کہ تمھارا جو بھی گمان ہے وہ سب جھوٹ اور جہل پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کا یہ ظن، ذات کے اعتبار سے، یا صفات کے اعتبار سے یا ان کے ساتھ معاملہ کرنے کے اعتبار سے ہے اور تینوں نوعیّتوں کو شامل ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک کافر ومشرک کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان بہرنوع جھوٹ اور جہل پر ہی مبنی ہوتا ہے علم ومعرفت پر نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمان اسی طرح جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

(باقی صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

درسِ حدیث

اربعین اعتقادی

ترجمہ وفوائد حافظ ریاض عاقب اثری

فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

باب: إثبات عذاب القبر لقول الله تعالى:
﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ٥﴾ [المؤمن:٤٦]

وقوله تعالى:
﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ٥﴾ [الأنفال: ٥٠]

٣٩: عن عائشة رضي الله عنها: أن يهودية دخلت عليها فذكرت عذاب القبر فقالت لها: أعاذك الله من عذاب القبر . فسألت عائشة رسول الله ﷺ عن عذاب القبر فقال: ((نعم ! عذاب القبر حق)) فقالت عائشة: فما رأيت رسول الله بعد صلى صلاة إلا تعوذ بالله من عذاب القبر . (صحيح بخاري، رقم: ١٣٧٢ ، صحيح مسلم ، رقم: ٥٨٦)

عذابِ قبر کا اثبات:

فرمانِ الٰہی ہے:
''جو آگ ہے، وہ اس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔''

نیز فرمان ربانی ہے:
''اور کاش! تُو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں:) جلنے کا عذاب چکھو۔''

۳۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت آئی اور اس نے عذابِ قبر کا ذکر کیا اور ساتھ اس نے دعا دی کہ اللہ تجھے عذابِ قبر سے محفوظ رکھے۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذابِ قبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، عذابِ قبر برحق ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس کے بعد میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔''

فوائد:

۱: فرعون اور آل فرعون کو عالم برزخ میں صبح و شام آگ کا عذاب دیا جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن ان کو شدید عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔ پہلی آیت مبارکہ قوی دلیل ہے کہ قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔

۲: دوسری آیت مبارکہ میں بھی موت کے وقت کافروں کو مارنے کا ذکر ہے، جو ہم دیکھ نہیں سکتے لیکن ہمارا ایمان ہے کہ رب کا قرآن سچا ہے، اسی طرح ہم کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے عذابِ قبر کے برحق ہونے کے بارے جو فرمایا ہے وہ بھی سچ ہے۔ کیوں کہ وہ

بذریعہ وحی الٰہی پیغام دیتے تھے۔

اب کیا عقل پرست لوگ قرآن کی اس آیت کا بھی انکار کردیں گے کہ جس میں فرشتوں کا کفار کو مارنے کا ذکر ہے؟ کیوں کہ ہم اس منظر کو دیکھ تو نہیں سکتے اور عقل بھی تسلیم نہیں کرتی۔ دراصل منکرین عذاب قبر قرآن وسنت دونوں کے انکاری ہیں۔ان عقل پرستوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ عقل دین کے تابع ہے نہ کہ دین عقل کے تابع ہے۔

۳: یہودی بھی عذابِ قبر کے قائل تھے۔

۴: رسول اللہ ﷺ کا عذاب قبر کو برحق کہنا اور پھر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگنا عذاب قبر کے اثبات کی واضح دلیل ہے۔اب جو تسلیم نہ کرے اس کی ہٹ دھرمی ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا حکم بھی دیا ہے، جیسا کہ جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اس اُمت کے لوگوں کا ان کی قبروں میں امتحان لیا جائے گا، اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ عذاب قبر تمھیں سنا دے جو میں سن رہا ہوں۔''

پھر آپ ﷺ نے رخ انور ہماری طرف کرتے ہوئے فرمایا: ''جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔'' صحابہ نے کہا: ہم عذاب جہنم سے پناہ طلب کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''عذاب قبر سے پناہ طلب کرو۔'' اُنھوں نے کہا: ہم عذاب قبر سے پناہ طلب کرتے ہیں۔'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۸۶۷)

اس حدیث سے بھی عذاب قبر کا اثبات واضح ہے۔مولائے کریم منکرین عذاب قبر کو ہدایت بخشے جو قرآن وحدیث کی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں، آمین۔



بقیہ: اپریل فول کی تاریخی و شرعی حیثیت

غدرة فلان .)) و في رواية:((لكل غادر لواء عند إسته يوم القيامة يرفع له بقدر غدره .)) (صحيح بخاري، رقم: ٦١٧٧، صحيح مسلم، رقم: ١٧٣٨)

''روز قیامت (بہ طور علامت) ہر دھوکے باز کی پشت پر ایک جھنڈا نصب کردیا جائے گا جو اس کے دھوکے کی علامت ہوگا اور اس کے دھوکے (کی نوعیت) کے مطابق اونچا کردیا جائے گا۔''

قارئین! اپریل فول کی حقیقت، اس کا پس منظر اور اس کے نقصانات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات کہنا برحق ہے کہ غیر مسلموں کے تمام تہوار کا شمار اخلاق رذیلہ میں ہوتا ہے حالانکہ دین حنیف ہمیں اخلاق حسنہ اپنانے کی تلقین کرتا ہے کیوں کہ اخلاق حسنہ ہی تزکیۂ نفس کی بنیاد ہے جو مسلمان کی زینت، سلف صالحین کا ترکہ اور زندگی کا بہترین ساتھی بھی ہے۔اخلاق حسنہ کا ایک کامل جز ''سچائی'' ہے۔جس سے متصف ہونے کا حکم اللہ جل شانہ اور اس کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبة: ١١٩]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((عليكم بالصدق، فإن الصدق يهدي إلى البر.))(صحيح مسلم)

''سچ بولا کرو، سچ سے نیکیوں کی توفیق ملتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاق حسنہ سے متصف ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

افتاء

☆مسئلہ رضاعت۔ ☆احرام کی دو رکعتیں۔ ☆قنوت وتر میں ہاتھ باندھنا۔ ☆نذر کے روزے۔☆لونڈی کے احکام۔

☆حوروں سے ہم بستری؟ ☆مقیم امام کے پیچھے مسافر کی قصر؟ ☆سفر کی طوالت مدت قصر پر اثر انداز ہوگی؟

مفتی عبید اللہ خاں عفیف

مسئلہ رضاعت:

سوال: ایک پوتے نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے اس طرح وہ اپنے والد اور چچاؤں کا رضاعی بن چکا ہے۔کیا اس کے دوسرے بھائی اور اس کی دوسری ہمشیرہ پر بھی اس رضاعت کا اثر پڑے گا؟
(حافظ الطاف الرحمان، مظفر گڑھ)

جواب: رضاعت کا رشتہ متعدی نہیں ہوتا۔یعنی رضاعت کا حکم اور اثر دودھ پینے والے پر ہوتا ہے۔اس کے دوسرے بہن بھائیوں پر اس رضاعت کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

احرام کی دو رکعتیں:

سوال: کیا احرام کے دو نفل ضروری ہیں؟ اگر ضروری ہیں تو کیا احرام باندھنے سے قبل پڑھنے چاہئیں یا بعد میں؟
(قاری محمد حنیف، لاہور)

جواب: احرام باندھتے وقت دو نفل پڑھنے فرض و واجب نہیں۔ پڑھ لیے جائیں تو اجر ملے گا، ترک پر ثواب سے محرومی ہے۔نفل پڑھ کر احرام باندھنا چاہیے۔

قنوتِ وتر میں ہاتھ باندھنا:

سوال: قنوتِ وتر میں ہاتھ باندھنے ضروری ہیں یا نہیں؟
(ڈاکٹر فضل الرحمان، لاہور)

جواب: ہاتھ باندھنے ضروری نہیں۔تاہم ہاتھ اُٹھا کر قنوت کرنا صحابہ کا طریقہ ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہاتھ باندھنے بھی ثابت ہیں۔مزید تفصیل نیل الاوطار اور تحفۃ الاحوذی میں ملاحظہ فرمائیں۔

شہید کی نماز جنازہ:

سوال: شہید کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ آج کل جو جنازہ پڑھا جاتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ (ڈاکٹر فضل الرحمان، لاہور)

جواب: اہل حدیث کے معروف مسلک کے مطابق شہید کا جنازہ پڑھنا کوئی ضروری نہیں۔تاہم بعض اہل علم اس کے جواز کے قائل ہیں۔تاہم شہداء احد کا بر وقت جنازہ پڑھنا ثابت نہیں۔ حضرت سید الشہداء کی شہادت کے چھ برس بعد جو جنازہ پڑھا گیا تھا وہ دراصل دعا ہی تھی۔آج کل کے جنازوں میں سیاست کا پہلو بظاہر نمایاں نظر آتا ہے۔

نذر کے روزوں کا حکم:

سوال: ایک بی بی نظر مانتی ہے اگر میرے خاوند سے میری صلح ہو جائے تو میں تیس روزے رکھوں گی۔کیا صلح ہو جانے پر اس عورت کے لیے تیس روزے رکھنے واجب ہیں؟
(مقتدی مسجد منور اہل حدیث، نکلسن روڈ، لاہور)

جواب: یہ نذر لوجہ اللہ ہے، اس وجہ سے اس بی بی پر یہ روزے فرض ہیں، لہٰذا اُسے رکھنے پڑیں گے۔

لونڈی کے احکام:

سوال: آج کل لونڈی کے کیا احکام ہیں؟ کیا بغیر نکاح اس سے ہم بستری کرنی جائز ہے؟

جواب: آج کل کوئی شرعی لونڈی نہیں، لہٰذا احکام بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ہاں، اگر کہیں صحیح اسلامی نظام قائم ہو اور شریعت کے مطابق جہاد کیا جائے، پھر فتح کی صورت میں قید ہونے والی غیر مسلم عورت لونڈی ہوگی اور وہ جس آدمی کے حصے میں آئے گی تو استبرائے

رحم کے بعد اس کے ساتھ بغیر نکاح کے ہم بستری جائز ہوگی ۔ اس کا لونڈی بن کر مِلک میں آنا نکاح کے قائم مقام ہے۔ هـــذا مـــا عندي والله أعلم بالصواب .

سوال: اگر کسی عورت کو خرید لیا جائے تو کیا وہ لونڈی سمجھی جائے گی؟ (چوہدری محمد علی)

جواب: آزاد عورت کو خرید لینے سے وہ لونڈی نہیں بنے گی۔ آزاد عورت کی خرید و فروخت سخت منع اور عظیم ترین گناہ ہے۔ آزاد عورت اور مرد کی خرید و فروخت کرنے والا شخص ان تین آدمیوں میں سے ایک ہے جن پر اللہ تعالیٰ کو بہت غصہ آتا ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:((قال الله: ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة: رجل أعطى بي ثم غدر ، و رجل باع حرا فأكل ثمنه ، ورجل استأجر أجيرا فاستوفى منه ولم يعط أجره .))"

(صحيح بخاري:۱/ ۲۹۷)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے روز تین آدمیوں کا مدمقابل میں خود ہوں گا: ایک وہ جس نے میرا نام لے کر عہد کیا، پھر اس کی خلاف ورزی کی، دوسرا وہ جس نے آزاد مرد کو فروخت کر کے اس کی قیمت ڈکار لی اور تیسرا وہ شخص جس نے مزدور سے کام تو پورا لے لیا مگر اس کی مزدوری ادا نہ کی۔''

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد مرد اور عورت کی خرید و فروخت حرام ہے۔ جب خرید و فروخت حرام ہے تو خرید شدہ عورت لونڈی نہیں بن سکتی ہے۔

تنبیہ: بعض گھر والے اپنی بیٹیوں کے پیسے لیتے، یعنی اپنی بیٹیوں کا رشتہ روپوں کے عوض کرتے ہیں۔ یہ ان کے لیے جائز نہیں، ان کو اس کمینی حرکت سے باز آجانا چاہیے۔ اور لڑکی بیچاری کو بھی طعنہ سننا پڑتا ہے۔

حوروں سے ہم بستری:

سوال: کیا جنت کی حوروں کے ساتھ جنت میں ہم بستری کی جائے گی؟ (چودھری محمد علی)

جواب: قرآن مجید میں ہے:

﴿ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾ [الرحمٰن: ٥٦]

''وہاں نیچی نگاہ والی (شرمیلی) حوریں ہوں گی جنھیں ان سے پہلے کسی جن اور انسان نے ہاتھ نہیں لگایا۔''

یعنی ان کے جنتی شوہر ہی ان کے ساتھ تعلق قائم کریں گے۔

مقیم امام کے پیچھے مسافر کی قصر:

سوال: چار رکعت نماز پڑھنے والے امام کی اقتدا میں مسافر قصر کے دو فرض پڑھ سکتا ہے؟

جواب: چار رکعت نماز پڑھنے والے امام کی اقتدا میں مسافر دو رکعت فرض نماز نہیں پڑھ سکتا کیوں کہ امام کی اقتدا ضروری ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((إنما جعل الإمام ليؤتم به......إلخ .))

''امام مقرر ہی اس لیے کیا گیا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔''

سفر کی طوالت مدت قصر پر اثر انداز ہوگی؟

سوال: قصر نماز کی رخصت کتنے دنوں کے لیے ہے؟ کیا زیادہ سفر کی وجہ سے مدت قصر میں اضافہ ہوگا؟

جواب: زیادہ سفر کی وجہ سے قصر کی مدت میں اضافہ نہیں ہوگا۔



تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ۳

حائضہ عورت کا قرآن کریم کی تلاوت کرنا

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف

جواز کے قائلین کے دلائل:

مذکورہ تفصیل سے واضح ہے کہ پہلی رائے ،یعنی عدم جواز کے قائلین کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔ اس کے برعکس دوسرا موقف یہ ہے کہ جنبی اور حائضہ کا قرآن پڑھنا اور چھونا جائز ہے۔ ان مجوزین میں امام طبری اور امام بخاری جیسے حضرات اور دیگر کئی جلیل القدر ائمہ شامل ہیں، ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① ......ممانعت کی تمام روایات ضعیف ہیں ، اس لیے وہ قابل احتجاج نہیں ، اگر کوئی صحیح ہے تو وہ محتمل المعانی ہے ، اس لیے اس سے بھی استدلال صحیح نہیں (جیسا کہ پہلے تفصیل گزر چکی ہے) اور جب روایات میں ضعف شدید ہو تو مجموعۂ روایات بھی قابل استدلال نہیں ہوتا۔

بنابریں اس رائے میں بھی کوئی وزن نہیں کہ یہ سب روایات ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں، چنانچہ شیخ البانی مسجد میں جنبی اور حائضہ کے داخلے کی ممانعت والی حدیث کی تضعیف کے بعد لکھتے ہیں:

"ولـلحديث بعض الشواهد ، لكن بأسانيد واهية لاتـقوم بها حجة ، ولا يأخذالحديث بهـاقـوة . " (إرواء الـغـلـيـل: ۱/ ۲۱۱ ، رقـم الحديث: ۱۹۳)

''اس حدیث کے بعض شواہد ہیں لیکن ان کی سندیں نہایت کمزور ہیں جن سے نہ حجت قائم ہوتی ہے اور نہ حدیث کو کوئی قوت حاصل ہوتی ہے۔''

اِسی طرح حدیث ((يـقـرأ الجنب ولا الحائض شيئا مـن الـقـرآن)) کے ضعف پر بحث کرتے اور اس کے ایک راوی کو بعض حضرات کے ثقہ کہنے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فـقـد اتـفـقـت كـلمات هؤلاء الأئمة على تـضـعيف ابـن مسلمة هذا ، فلو سلمنا بأن الـدارقـطـنـي أراده بقوله"هو ثقة" ، لوجب عـدم الاعتـداد به لما تقرر في المصطلح أن الـجـرح مقدم على التعديل لا سيما إذا كان مقرونًا ببيان السبب كما هو الواقع هنا . "

(ارواء الغليل: ۱/ ۲۰۹ ، رقم الحديث:۱۹۲)

''تمام ائمہ کے اقوال اس ابن مسلمہ کی تضعیف پر متفق ہیں اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ دارقطنی کے قول ''وہ ثقہ ہے'' سے مراد یہ ابن مسلمہ ہی ہے تب بھی ضروری ہے کہ اسے کوئی اہمیت نہ دی جائے کیوں کہ مصطلحات حدیث میں یہ اُصول طے ہے کہ جرح ، تعدیل پر مقدم ہے ، بالخصوص جب کہ جرح مفصل ہو، یعنی اس کے ساتھ اس جرح کی وجہ بھی بیان ہو، جیسا کہ یہاں ہے۔''

② ......صحیح روایات کے عموم سے ہر حالت میں قرآن کریم کے پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، جیسے حدیث میں ہے:

"كان النبى ﷺ يذكر الله على كل احيانه . "

(صـحـيـح بـخاري ، فى ترجمة الباب ، كتاب الحيض ، باب: ۷)

''نبی ﷺ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔''

اس حدیث سے ان کا استدلال یہ ہے کہ ذکر کا لفظ عام ہے جس میں قرآن بھی شامل ہے کیوں کہ قرآن کو بھی ذکر کہا گیا ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹]

''ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

گویا ان کے نزدیک اس حدیث کے عموم سے جنابت سمیت ہر حال میں قرآن کا پڑھنا جائز ثابت ہوا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مُحدِث (بے وضو)، جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن پڑھنے سے ممانعت کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے جس میں اُنھوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔'' (ریاض الصالحین (حاشیہ) بہ تحقیق شیخ البانی، ص:۴۹۵، طبع بیروت)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اسی لیے امام بخاری اور ان کے علاوہ ان ائمہ نے جو جواز کے قائل ہیں، جیسے: طبری، ابن منذر اور امام داود، ان سب نے حدیث ((كان يذكر الله...... إلخ .)) کے عموم سے دلیل پکڑی ہے، اس لیے کہ ذکر کا لفظ عام ہے اس میں قرآن اور غیر قرآن دونوں آ جاتے ہیں۔ ذکر اور تلاوت میں جو فرق کیا جاتا ہے اس کی بنیاد صرف عرف ہے۔''

③......اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، جب وہ ایام حج میں حائضہ ہو گئی تھیں، فرمایا تھا:

((فافعلي ما يفعل الحاج غير أن لا تطوفي بالبيت حتى تطهري .))

(صحيح بخاري، رقم: ۳۰۵)

''تم پاک ہونے تک بیت اللہ کے طواف کے سوا وہ سب کچھ کرو جو حاجی کرتے ہیں۔''

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ اعمالِ حج؛ ذکر، تلبیہ، تلاوتِ قرآن اور دعا پر مشتمل ہیں اور نبی ﷺ نے انھیں بیت اللہ کے طواف کے سوا کسی چیز سے منع نہیں کیا، صرف طواف کو مستثنیٰ کیا۔ اور جب حائضہ کے لیے قرآن پڑھنا جائز ہوا تو جنبی کے لیے بطریق اولیٰ جائز ہوگا کیوں کہ عورت کا حدث مرد کے حدث سے زیادہ غلیظ ہے۔

④......امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی واقعے کو بنیاد بنا کر باب باندھا ہے:

"باب: تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت ."

''حائضہ عورت حج کے تمام مناسک ادا کرے سوائے بیت اللہ کے طواف کے۔''

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ دونوں احادیث کے علاوہ بعض صحابہ و تابعین کے اقوال بھی ذکر کیے ہیں، چنانچہ اس باب کے تحت امام موصوف نے جو اقوال و دلائل نقل کیے ہیں، ان کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''ابراہیم (نخعی) نے کہا: حائضہ عورت اگر ایک آیت پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جنبی کے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں دیکھا اور نبی ﷺ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ حضرت اُم عطیہ نے کہا: ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ حائضہ عورتیں نکل کر (عیدگاہوں میں) جائیں، پس وہ مردوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہیں اور دعا میں بھی شریک ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے حضرت ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل (بادشاہ

روم) نے نبی ﷺ کا خط منگوایا اور اسے پڑھا، اس میں تھا: بسم اللہ الرحمان الرحیم ﴿یَا اَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ﴾ (اس کے بعد وہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایام حج میں حائضہ ہونے کا اور نبی ﷺ کے فرمان کا ذکر ہے۔)''

امام بخاری کے طرزِ استدلال کو اس طرح واضح کیا گیا ہے، ذیل میں ہم اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں:

''امام بخاری کا مطلب اس باب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے حائضہ اور جنبی کے قرآن پڑھنے کے جواز پر استدلال کرنا ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ نے حج کے تمام مناسک میں سے طواف کے سوا کسی چیز کو مستثنیٰ نہیں کیا...... اور حج کے اعمال؛ ذکر، تلبیہ اور دعا پر مشتمل ہیں اور حائضہ کو ان میں سے کسی چیز سے نہیں روکا گیا۔ پس اسی طرح جنبی کا معاملہ ہے، اس لیے کہ عورت کا حدث مرد کے حدث سے زیادہ ناپاک ہے (جب حائضہ عورت قرآن پڑھ سکتی ہے تو جنبی تو بطریقِ اولیٰ پڑھ سکتا ہے) اور امام بخاری کے نزدیک اس ضمن میں وارد احادیث میں سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے، اگرچہ اس کی بابت وارد احادیث دوسروں کے نزدیک باہم مل کر قابل احتجاج بن جاتی ہیں۔ لیکن ان میں اکثر احادیث قابل تاویل ہیں۔'' (فتح الباری: ۱/ ۵۲۹)

⑤...... حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی ''اعلام الموقعین'' میں اس مسئلے پر گفتگو کی ہے۔ ایک تو اُنھوں نے بھی منع قراءت کی روایت کو ضعیف اور نا قابل اعتبار قرار دیا ہے۔ ثانیاً: قراءت قرآن کے جواز کے موقف کو اس طرح واضح کیا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے حائضہ عورت کے بارے میں احکام کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا ہے۔ احکام کی ایک قسم تو وہ ہے جس کا ازالہ حالتِ حیض کے بعد حالت طہر میں آسانی سے ممکن ہے تو ایسے احکام حالت حیض میں اس کے لیے ضروری قرار نہیں دیے بلکہ اس سے ساقط کر دیے (سقوط کی بھی دو صورتیں ہیں) یا تو مطلقاً ساقط کر دیے، جیسے نماز ہے، حالت حیض میں نماز بالکل معاف کر دی۔ یا حالت طہر میں ان احکام کی قضا (ادائیگی) کا حکم دیا، جیسے روزے ہیں۔ حیض میں تو روزہ رکھنے سے منع کر دیا لیکن بعد میں اس کمی کو پورا کرنے کا حکم دیا۔

اور احکام کی دوسری قسم وہ ہے جس کا بدل بھی ممکن نہیں اور حالتِ طہر تک اس کا مؤخر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا تو اس کی مشروعیت کو حیض کے باوجود برقرار رکھا، جیسے احرام باندھنا، عرفات میں وقوف کرنا، طواف کے علاوہ دیگر مناسکِ حج کا ادا کرنا ہے۔ اسی طرح حالتِ حیض میں اس کے لیے قراءت قرآن کا جائز ہونا ہے اس لیے کہ حالتِ طہر میں اس کا ازالہ بھی ممکن نہیں ہے کیوں کہ حیض کی مدت لمبی ہوتی ہے، اس مدت میں قرآن کی تلاوت سے روکنے میں کئی نقصان ہیں، جیسے حفظ قرآن میں خلل وغیرہ۔''

(تفصیل کے لیے دیکھیے اعلام الموقعین: ۳/ ۲۸۔ طبع ۱۹۶۹ء بہ تحقیق عبدالرحمان الوکیل)

⑥...... امام ابن حزم رحمہ اللہ نے بھی جواز کے مسلک کی پرزور تائید کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کا پڑھنا اور اس کی آیتِ سجدہ پر سجدہ کرنا، قرآن مجید کا چھونا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، یہ سارے کام جائز ہیں، چاہے وضو ہو یا نہ ہو اور چاہے جنبی ہو یا حائضہ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ سارے کام افعالِ خیر ہیں جو مستحب ہیں اور ان کا کرنے والا اجر کا مستحق ہے، جو شخص اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ مذکورہ کام بعض حالتوں میں منع ہیں تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی دلیل پیش کرے۔''

اس کے بعد امام ابن حزم نے ان تمام دلائل کا جائزہ لیا ہے جو مانعین کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کے نزدیک بھی منع کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو المحلی ، مسئلہ نمبر: ۱۱۶)

⑦...... شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جنبی اور حائضہ کا قرآن پڑھنا، اس کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں: ایک رائے ہے کہ ان دونوں کے لیے جائز ہے اور یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور امام شافعی اور امام احمد کا بھی مشہور قول یہی ہے۔ دوسری رائے ہے کہ جنبی کے لیے جائز نہیں ہے اور حائضہ کے لیے جائز ہے۔ اس کے لیے تو یا تو مطلقاً (یعنی ہر وقت) جائز ہے یا اس وقت جب اسے بھولنے کا خوف ہو۔ اور یہی امام مالک کا مذہب ہے اور امام احمد وغیرہ کا مذہب بھی ایک قول کے مطابق یہی ہے، اس لیے کہ حائضہ عورت کے قرآن پڑھنے کی بابت نبی کریم ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں، سوائے اس حدیث کے جو اسماعیل بن عیاش سے موسیٰ بن عقبہ عن نافع عن ابن عمر کی سند سے مروی ہے کہ ''حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھے۔'' اسے ابوداود وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث ، حدیث کی معرفت رکھنے والوں کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے۔ اور اسماعیل بن عیاش اہل حجاز سے جو روایت کرتا ہے، وہ سب احادیث ضعیف ہیں۔ بخلاف ان روایات کے جو وہ اہل شام سے بیان کرتا ہے اور یہ روایت ثقہ راویوں میں سے کوئی بھی نافع سے روایت نہیں کرتا۔ اور یہ معلوم ہے کہ عورتیں نبی ﷺ کے زمانے میں حائضہ ہوتی تھیں اور آپ ﷺ نے ان کو قراءتِ قرآن سے منع نہیں کیا جیسے آپ نے انھیں ذکر و دعا سے منع نہیں کیا۔ بلکہ حائضہ عورتوں کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ عید کے دن گھروں سے نکلیں اور مسلمانوں کی تکبیرات کے ساتھ وہ بھی تکبیرات پڑھیں۔ اور (اسی طرح) آپ ﷺ نے حائضہ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے سارے مناسک ادا کرے، وہ حالتِ حیض میں ہوتے ہوئے تلبیہ کہے، اسی طرح مزدلفہ اور منیٰ اور ان کے علاوہ دیگر مشاعر میں (حج کے افعال) سرانجام دے۔

اس کے برعکس نبی ﷺ نے جنبی کو حکم نہیں دیا کہ وہ عید میں حاضر ہو اور یہ کہ وہ نماز پڑھے، نہ اسے حج کے مناسک ادا کرنے کا کہا، اس لیے کہ جنبی آدمی کے لیے یہ ممکن ہے کہ فوری طور پر پاک ہو جائے، پس اس کے ناپاک رہنے کے لیے اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ بہ خلاف حائضہ عورت کے کہ اس کی ناپاکی باقی رہنے والی ہے، اس کے لیے اس کی موجودگی میں پاکیزگی حاصل کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ جنبی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ پاک ہوئے بغیر عرفہ یا مزدلفہ اور منیٰ میں وقوف کرے، اگرچہ وقوف کے لیے طہارت شرط نہیں ہے لیکن مقصود یہ ہے کہ شارع نے حائضہ کو تو بطور وجوب یا بطور استحباب اللہ کا ذکر اور اس سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور جنبی کے لیے ان چیزوں کو مکروہ جانا ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حائضہ کو جو رخصتیں دی گئی ہیں وہ جنبی آدمی کو نہیں دی گئیں اور اس کی وجہ صرف (وہ قدرتی) عذر ہے (جو عورت کو حاصل ہے) اگرچہ اس کا حدث زیادہ غلیظ ہے اسی طرح قرآن پڑھنے کا مسئلہ ہے، شارع نے حائضہ عورت کو اس سے منع نہیں کیا ہے۔ اگر کہا جائے کہ شارع نے جنبی کو منع کیا ہے (تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) جنبی کے لیے تو یہ ممکن ہے کہ وہ پاک ہو جائے اور قرآن پڑھ لے، بخلاف حائضہ عورت کے کہ وہ کئی دن تک

اسی حالت پر قائم رہتی ہے، پس وہ (اتنے دنوں تک، اگر قرآن اس کے لیے پڑھنا ممنوع ہو) قرآن پڑھنے سے محروم رہے گی اور یہ اس کے لیے ایسی عبادت سے محرومی ہے جس کی وہ ضرورت مند ہے اور وہ طہارت بھی حاصل کرنے سے عاجز ہے۔ اور قراءتِ قرآن نماز کی طرح نہیں ہے، اس لیے کہ نماز کے لیے تو شرط ہے کہ حدثِ اکبر (جنابت و حیض) اور حدثِ اصغر (عدمِ وضو) سے پاک ہو۔ اور قرآن کا پڑھنا حدثِ اصغر (عدمِ وضو) کے ساتھ جائز ہے۔ یہ نص سے بھی ثابت ہے اور اس پر ائمہ کا اتفاق بھی ہے۔

علاوہ ازیں نماز کے لیے استقبالِ قبلہ، لباس اور نجاست سے پاکیزگی بھی ضروری ہے، جب کہ قراءتِ قرآن کے لیے ان میں سے کوئی چیز بھی ضروری نہیں۔ بلکہ نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ دیا کرتے تھے، جب کہ وہ حائضہ ہوتی تھیں اور یہ بات صحیح حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ نیز صحیح مسلم میں ہے، اللہ تعالیٰ نبی ﷺ سے فرماتا ہے:

"انی منزل علیك كتابًا لا يغسله الماء، تقرأه نائمًا و يقظانًا."

''میں آپ پر ایسی کتاب نازل کر رہا ہوں جسے پانی نہیں مٹا سکتا، آپ اسے سوتے اور جاگتے پڑھ سکتے ہیں۔''

پس قرآن کا پڑھنا (ہر حالت میں) جائز ہے، انسان کھڑا ہو یا بیٹھا، چل رہا ہو، لیٹا ہوا ہو یا سوار ہو۔''

(مجموع الفتاویٰ: ۲۱/ ۴۵۹-۴۶۲)

اس دوسرے مسلک کی رو سے، جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزری، جنبی اور حائضہ کا قرآن پڑھنا مطلقاً جائز ہے اور اس کی بنیاد دو باتوں پر ہے:

- اول یہ کہ ممانعت کی تمام احادیث ضعیف ہیں، وہ قابل حجت نہیں۔
- دوم یہ کہ صحیح احادیث کے عموم سے جواز کا اثبات ہوتا ہے۔

تیسرا مسلک:

تیسرا مسلک یہ ہے کہ ایک آدھ آیت پڑھی جا سکتی ہے۔

لیکن ظاہر بات ہے کہ یہ رائے معقولیت پر مبنی نہیں۔ اگر ممانعت کی صحیح دلیل موجود ہے تو پھر ایک آیت کے بھی پڑھنے کا جواز کس طرح نکل سکتا ہے؟ اور اگر ممانعت کی کوئی واضح دلیل نہیں تو پھر صرف ایک آدھ آیت ہی پڑھنے کی اجازت کیوں؟ پھر جتنا کوئی پڑھنا چاہے کیوں نہیں پڑھ سکتا؟ علاوہ ازیں آیات لمبی بھی ہیں اور چھوٹی بھی، لمبی آیت کی صورت میں صفحہ ڈیڑھ صفحہ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں کیا قرآن کا اکرام واحترام متاثر نہیں ہوگا؟

چوتھا مسلک:

اسی طرح یہ مسلک بھی کمزور ہے کہ حائضہ تو قرآن پڑھ سکتی ہے لیکن جنبی نہیں پڑھ سکتا، اس کی دلیل ان کے نزدیک یہ ہے کہ حیض کی مدت طویل ہے، اتنے عرصے تک قرآن نہ پڑھنے میں زیادہ نقصان ہے، جب کہ جنابت کی مدت نہایت قلیل ہے۔ حافظ ابن حزم اس مسلک کی بابت اور اس کی غیر معقولیت کو واضح کرتے ہیں:

''اگر قراءت قرآن حائضہ کے لیے حرام ہے تو اس کی مدت حیض کی طوالت قراءت قرآن کو اس کے لیے حلال نہیں کر سکتی، اور اگر اس کے لیے قرآن پڑھنا جائز ہے تو طولِ مدت سے استدلال کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔''

(المحلّٰی: ۱/ ۱۰۴. ط. ۱۹۶۷ء، مكتبة الجمهورية العربية، مصر) (باقی آئندہ)



مقالاتِ علمیہ

قسط نمبر ①

اسلام میں انسانی حقوق کا معاشی ومعاشرتی تصور

پروفیسر عبدالعظیم جانباز، سیالکوٹ

قرآن مجید کے عطا کردہ معاشی تصورات کی روشنی میں معاشرے کے ہر فرد کے لیے اُصولی طور پر برابر معاشی مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔ اب یہ ریاستی اتھارٹی اور معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر فرد کے اقتصادی و معاشی حق کی فراہمی کو یقینی بنائیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاشی بدحالی کے خوف سے قتلِ انسانی سے منع کیا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾

[بنی اسرائیل: ۳۱]

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔''

قرآنِ مجید کی تعلیمات سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ رزق اور وسائل رزق میں تفاوت بجائے خود کوئی برائی نہیں ہے، صحیح راہ عمل یہ ہے کہ سوسائٹی کے اخلاق واطوار اور قوانین عمل کو اس طرح بنا دیا جائے کہ معاشی تفاوت کسی ظلم و بے انصافی کا موجب بننے کے بجائے ان بے شمار اخلاقی، روحانی اور تمدنی فوائد وبرکات کا ذریعہ بن جائے جن کی خاطر ہی دراصل خالق کائنات نے اپنے بندوں کے درمیان یہ فرق وتفاوت رکھا ہے۔

معاشرے کے صاحب حیثیت افراد کو افزائش رزق کی تعمیری کوششوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور تنبیہ کی گئی ہے کہ اے انسان! رزق رسانی کا انتظام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے، بلکہ اس پروردگار کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین پر بسایا ہے، جس طرح وہ پہلے آنے والوں کو روزی دیتا رہا ہے بعد کے آنے والوں کو بھی دے گا۔ تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا میں کھانے والے جتنے بڑھتے گئے، اتنے ہی معاشی ذرائع وسیع تر ہوتے چلے گئے۔

دولت کی گردش کا قرآنی تصور:

قرآنِ حکیم دولت کو ذخیرہ کرنے کی بجائے اس کی گردش کی تعلیم دیتا ہے، تاکہ ہر فردِ معاشرہ کو برابر معاشی و اقتصادی ثمرات میسر آسکیں:

﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ﴾ [الحشر: ۷]

''تاکہ وہ (مال) تمھارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔''

اس آیت میں اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ صرف مال داروں ہی میں گھومتا رہے یا امیر روز بروز امیر تر اور غریب دن بدن غریب تر ہوتے چلے جائیں۔ اسی مقصد کے لیے سود حرام کیا گیا ہے، زکات فرض کی گئی، صدقات کی تلقین کی گئی، مختلف قسم کے کفاروں کی ایسی صورتیں تجویز کی گئیں جن سے دولت کے بہاؤ کا رُخ معاشرے کے غریب طبقات کی طرف پھر جائے۔ میراث کا ایسا قانون بنایا گیا کہ ہر مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دولت زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچے۔ اخلاقی حیثیت سے بخل کو سخت قابل مذمت اور فیاضی کو بہترین صفت قرار دیا گیا۔ غرض وہ انتظامات کیے گئے کہ دولت کے ذرائع پر صرف مال دار اور بااثر لوگوں کی اجارہ داری قائم نہ ہو بلکہ دولت کا بہاؤ امیروں

سے غریبوں کی طرف ہو جائے۔

الغرض اسلام کے عطا کردہ اقتصادی اور معاشی حقوق کا مقصود معاشرے کے محروم معیشت افراد کو بھی ایسے مواقع فراہم کرنا ہے کہ وہ حقیقی معنی میں ایک فلاحی معاشرے کے شہری کے طور پر زندگی گزار سکیں۔

معاشی جدوجہد کا حق:

اسلام کی آمد سے قبل عرب معاشرہ طبقاتی تقسیم کا شکار تھا۔ سود اور استحصال کی دوسری صورتوں نے معاشی جدوجہد کو مفلوج کر رکھا تھا۔ ذرائع آمدنی پر مخصوص لوگوں کا قبضہ تھا۔ آپ ﷺ نے نا صرف غیر صحت مندانہ معاشی سرگرمیوں کا خاتمہ کیا، بلکہ معاشرے میں صحت مند معاشی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے ہر شخص کو معاشی جدوجہد کا حق عطا فرمایا اور ہر پیشے کو باوقار پیشہ قرار دیا، احادیث نبوی ﷺ ہیں:

❁......((ما أكل أحد طعاما قط خيرا من أن يأكل من عمل يده ، و إن نبي اللّٰه داود كان يأكل من عمل يده .))

(صحيح بخاري ، رقم: ٢٠٧٢)

''اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کسی نے کچھ نہیں کھایا، اللہ کے نبی داود بھی اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔''

❁......((طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة .))(شعب الإيمان للبيهقي:٨٧٤١)

''حلال کی کمائی کی تلاش ایک فرض کے بعد دوسرا فرض ہے۔''

❁......"عن ابن عباس أنه سئل عن أجرة كتابة المصحف ، فقال: لا بأس ، إنما هم مصورون وإنهم إنما يأكلون من عمل أيديهم . "(مشكاة المصابيح ، رقم: ٢٧١٤)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآنِ مجید لکھنے کی اجرت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، یہ لوگ تو نقش باندھنے والے ہیں اور اپنے ہاتھ کے کام سے کھاتے ہیں۔''

غریبوں اور محتاجوں کا حق:

حضور ﷺ نے غریبوں اور محتاجوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ جب بھی غریبوں اور محتاجوں کو کسی تکلیف میں مبتلا دیکھتے تو جب تک ان کی تکلیف کا ازالہ نہ ہو جاتا آپ ﷺ مطمئن نہ ہوتے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر غریبوں اور محتاجوں کے حقوق کا تذکرہ کیا گیا کہ معاشرے کے صاحب حیثیت افراد پر ان کی معاشی بحالی کا حق ہے، جس کی ادائیگی اہل ایمان کے لیے ضروری ہے:

❁......﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ﴾[البقرة:٢١٥]

''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں؟ کہہ دیجیے: تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو سو وہ ماں باپ اور زیادہ قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔''

❁......﴿وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا o﴾[النساء:٨]

''اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔''

❁......﴿وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ﴾[النساء:٣٦]

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے

کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ۔''

❁.....﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا﴾[بنی اسرائیل:۲۶]

''اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو) اور (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اُڑاؤ۔''

❁.....﴿اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ o وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ o فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ o﴾[الحاقة:۳۳-۳۵]

''بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔سو آج یہاں اس کا کوئی دلی دوست نہیں ہے۔''

❁.....﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا o﴾[الدهر:۸]

''اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔''

❁.....﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ o وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ o﴾[الضحى:۹،۱۰]

''پس لیکن یتیم، پس اس پر سختی نہ کر۔اور لیکن سائل، پس (اسے) مت جھڑک۔''

یہی تعلیم احادیث مبارکہ میں بھی دی گئی ہے، چنانچہ فرامین رسول ﷺ ملاحظہ فرمائیے:

❁......((إن رجلا كان فيمن كان قبلكم أتاه الملك ليقبض روحه فقيل له : هل عملت من خير؟ قال: ما أعلم ، قيل له: انظر ، قال: ما أعلم شيئا غير أني كنت أبايع الناس في الدنيا و أجازيهم ، فأنظر الموسر و أتجاوز عن المعسر ، فأدخله الله الجنة .))

(صحيح بخاري ، رقم: ۳٤٥۱)

''تم سے اگلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس کے پاس اس کی روح قبض کرنے فرشتہ آیا تو اس سے کہا گیا کہ کیا تُو نے کوئی نیکی کی ہے؟ وہ بولا نہیں جانتا۔اس سے کہا گیا: غور تو کر۔ کہنے لگا: اس کے سوا کچھ اور نہیں جانتا کہ میں لوگوں سے تجارت کرتا تھا اور جب ان سے قرض کا تقاضا کرنا ہوتا تو امیر کو مہلت دے دیتا اور غریب کو معافی۔چنانچہ اللہ نے اسے جنت میں داخل فرمادیا۔''

❁......((كان رجل يداين الناس فكان يقول لفتاه: إذا أتيت معسرا تجاوز عنه لعل الله أن يتجاوز عنا ، فلقي الله فتجاوز عنه .))

(صحيح مسلم ، رقم:۱٥٦۲)

''ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکر سے اس نے کہہ رکھا تھا کہ جب تُو کسی تنگ دست کے پاس تقاضے کو جائے تو اسے معاف کردے، ہوسکتا ہے کہ اللہ ہم کو معاف کردے، وہ اللہ سے ملا تو اللہ نے اس سے درگزر فرمادیا۔''

❁......((من سره أن ينجيه الله من كرب يوم القيامة فلينفس عن معسر أويضع عنه .))

(صحيح مسلم ، رقم:۱٥٦۳)

''جو چاہے کہ اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت کی تکالیف سے نجات دے تو اسے چاہیے کہ وہ تنگ دست کو مہلت دے یا اسے معاف کردے۔''

محروم معیشت کا حق:

حضور اکرم ﷺ نے اسلامی معاشرے کے صاحب حیثیت افراد پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ معاشرے کے محروم معیشت افراد کے معاشی

(باقی صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

نقد و نظر

"عقیدہ ختم النبوۃ"

کی آڑ میں تاریخ سازی

ابوصہیب محمد داود ارشد

مرزا قادیانی نے جب ایک مصلح و مناظر سے ترقی کر کے مجدد اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو علمائے اہل حدیث نے اس پر سب سے پہلے فتویٰ تکفیر مرتب کیا جس کا استفتا مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے تیار کیا اور اس پر مفصل فتویٰ شیخ الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا اور مرزا کی دس وجوہ سے تکفیر کی، قرآن و احادیث اور اقوال سلف صالحین کی روشنی میں اس پر حکم کفر لگایا اور اس سے کلی اجتناب کا فتویٰ دیا۔ اس دور کے تمام اہل علم نے میاں صاحب کی تائید کی، چنانچہ دیوبندی اور بریلوی مکاتب فکر کے مفتیان نے بھی مرزا کے کفر پر دستخط ثبت کیے۔

مرزا کی حین حیات میں کسی نے کم اور کسی نے زیادہ، بہرحال مرزائیت کی تردید میں حصہ لیا، یہ ان لوگوں کی سعادت مندی تھی کہ انھوں نے انگریز حکومت کے حمایت یافتہ متنبیِ قادیان کا رد کیا اور سیاسی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر اور حکومتِ وقت کے خود کاشتہ پودے کو جڑ سے اکھاڑنے کی بھرپور کوشش کی۔

تاریخی حقائق ہمیں بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں اس کی مخالفت و تردید کی اوّلیت کا درجہ علمائے اہل حدیث کو حاصل ہے۔

علمائے اہل حدیث کی لاجواب علمی گرفت نے جب مرزا کا ناک میں دم کر دیا تو وہ موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگا۔ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ کے ساتھ "آخری فیصلہ" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ صادق کی زندگی میں کاذب کو موت دے گا۔ اس بددعا کی قبولیت کا مرزا کو الہام بھی ہو گیا۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا اپنی منہ مانگی موت (ہیضہ) سے بہ مقام لاہور اپنے میزبان کے گھر دم توڑ گیا۔

شیخ الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے سعادت مند شاگردوں نے مرزا قادیانی کے رد میں ایسا شاندار لٹریچر تیار کیا کہ مرزا کی زندگی میں جس نے بھی مرزائیت کا رد کیا اس نے میاں صاحب کے تلامذہ کی کتب سے ضرور استفادہ کیا۔ ہم علی وجہ البصیرت اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ مرزا کی زندگی میں رد قادیانیت کے سلسلے میں تیار ہونے والے لٹریچر میں (شاذ و نادر کے علاوہ) تمام مولّفین نے نہایت وسعت سے اس کا برملا اعتراف بھی کیا۔

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے "سیف چشتائی"، حافظ محمد انوار اللہ حیدرآبادی نے "افادۃ الافہام" اور قاضی فضل احمد لدھیانوی وغیرہ نے "کلمہ فضل رحمانی" میں جگہ جگہ اس کا نہ صرف اعتراف ہی کیا بلکہ صفحات کے صفحات نقل کیے۔ اس چیز سے ہم کسی کو قطعاً مطعون کرنا نہیں چاہتے بلکہ ان فضلاء کی امانت و دیانت سے تعبیر کرتے ہیں کہ اُنھوں نے جہاں سے استفادہ کیا، فکر و نظر کے اختلاف کے باوجود کھلے دل سے اس کا اعتراف کیا۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ایسے افراد کو دینی علوم پر مہارت نہ تھی۔ ہم ان کے مشکور ہیں کہ اُنھوں نے اُمت مرحومہ کو قادیانی عقائد و مکائد سے محفوظ رکھنے کی مقدور بھر سعی کی۔ اس بات کے اظہار سے ہم کسی گروہ کی دل آزاری یا احسان جتانا بھی نہیں چاہتے بلکہ تاریخی شواہد کو ہم نے بہ طور گواہ پیش کر دیا، فقط۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بریلوی مکتب فکر کے "الادارۃ

لتحفظ العقائدالاسلامیہ'' (کراچی) نے مرزا کے ردّ میں لکھی جانے والی بریلوی علماء کی کتب کو ایک موسوعہ کی صورت میں بہ نام ''عقیدہ ختم النبوۃ'' شائع کرنے کا التزام کیا ہے۔ جس کی کئی ایک جلدیں شائع ہو چکی ہیں، میرے پاس اس کی پندرہ جلدیں آچکی ہیں جن میں بریلوی علماء کی باسٹھ (۶۲) کتب شامل ہیں۔ چند ایک کتب ایسی بھی ہیں جو مرزا کی حیات میں شائع ہوئی تھیں، بلاشبہ یہ کتب ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ایسی خوب صورت طباعت پر یہ ادارہ بجا طور پر دادِ تحسین کا مستحق ہے۔

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس بڑے منصوبے کو شائع کرنے کے لیے اصحابِ ادارہ نے علمی بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت سرے سے محسوس ہی نہیں کی۔ یا یہ کہ اُنھوں نے اسے علمی کام ہی نہیں سمجھا۔ شاید وہ یہ کام محض مولانا ڈاکٹر بہاء الدین ﷾ کی تالیف ''تحریک ختم نبوت'' اور جناب اللہ وسایا صاحب کی مرتب کردہ ''احتساب قادیانیت'' کو دیکھتے ہوئے اور اسی طرز پر ''عقیدہ ختم النبوۃ'' کے نام سے انجام دے رہے ہیں۔ کسی دوسرے سے متاثر ہوکر نیکی کا کام کرنا، کوئی برا فعل نہیں، مگر کھوٹے کھرے کی تمیز تو ہمہ وقت ضروری ہے۔ اس ادارہ کے اصحاب حل وعقد نے اس پرکھ کے بغیر کتاب کو شائع کیا ہے جس سے ان کی ساری محنت محل نظر ٹھہر جاتی ہے اور کتاب کی افادیت مشکوک۔ (تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیے)

''عقیدہ ختم النبوۃ'' اور تحریف:

مصنفین کے علمی معیار اور کتب میں آمدہ مواد کی چھان پھٹک کرنا نہایت اہم تھا۔ مزید یہ کہ اس سلسلے میں کوئی ایسی کتاب شامل نہ ہو پاتی جس کے مندرجات سے کسی مسلمان کی دل آزاری ہوتی۔ بلکہ الٹا اُنھوں نے کتب میں تحریف کر دی جس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

① ...... قاضی مظہر حسین کے والد ابو الفضل کرم الدین دبیر اور مرزا قادیانی کے درمیان جہلم اور گورداسپور میں چند فوج داری مقدمات ہوئے جن کی روداد کو خود مولانا کرم الدین صاحب نے اپنی زندگی میں ''تازیانہ عبرت'' کے نام سے شائع کیا۔

ان مقدمات میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ کی شہادت نہایت اہم تھی جس پر قادیانی وکلاء اور مرزائی جماعت کے اکابر تین دن جرح کرتے رہے مگر عدالت میں ان کی دال نہ گلی، اس کا ذکر خود مولانا کرم الدین دبیر نے ''مولوی ثناء اللہ کی شہادت'' کے زیرِ عنوان درج کیا ہے:

''۱۷ دسمبر کو مرزا صاحب کے مشہور مقابل فاتح قادیان مولوی ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری کی شہادت پر جرح ہونی تھی۔ اور اس تاریخ کو بہت سے مرزائی دور دور سے آئے ہوئے تھے اور علاوہ ان کے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے تھے کیوں کہ مرزائیوں میں یہ مشہور ہو رہا تھا کہ دیکھو تو مولوی ثناء اللہ صاحب اب ہمارے قابو آیا ہے، جرح سے اس کی ہوش ماردیں گے اور تمام مسائل متنازعہ وفات مسیح وغیرہ سب اسی شہادت میں صاف کرالیے جائیں گے۔ مولوی صاحب پر جرح شروع ہوئی اور بہت سی جماعت مرزائی مولویوں کی امداد کے لیے پاس بٹھائی گئی جن میں مولوی محمد احسن صاحب مرزائی بھی تھے۔ متفقہ امداد سے سوالات مرتب ہوئے اور فاضل گواہ کے پیش کیے جاتے لیکن جواب سننے پر مرزائیوں کو غشی آجاتی تھی۔ مولوی فاضل گواہ نے بھی مرزائی جماعت کی کچھ پیش نہ جانے دی۔ ۱۷ سے شروع ہوکر ۱۹ تک جرح ہوتی رہی لیکن مرزائیوں کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آخر غیر متعلق سوالات کا سلسلہ چھیڑنا چاہا تو عدالت نے فضول سمجھ کر جرح سے روک دیا اور حیات و وفات مسیح کی بحث وغیرہ کا منصوبہ دل کا دل ہی میں رہ گیا۔ الغرض، شہادت استغاثہ ختم ہوچکی اور آئندہ پیشی کی تاریخ ۱۳ (۱۹۰۴ء) بہ غرض سماعت فریقین مقرر

ہوئی۔''(تازیانہ عبرت،ص:۱۳۹طبع اولی ۱۹۳۲ءوص:۱۲۴ طبع ملتان مندرجہ احتساب قادیانیت:۵۴/۳۹۸)

رائے چندولال کی تبدیلی پر بجائے لالہ آتما رام کی عدالت میں کیس کی ازسرنو سماعت ہوئی جس میں اگست ۱۹۰۴ءکومرزا قادیانی کی درخواست پرمولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ کی دوبارہ شہادت ہوئی اور اس پر جرح کی گئی جس کا ذکرخود مولانا دبیر صاحب نے ''تازیانہ عبرت''(ص:۱۴۶) میں کیا ہے۔''عقیدہ ختم النبوۃ'' کی جلد ۹ میں مولانا دبیر کی کتاب'' تازیانہ عبرت'' کو شائع کیا گیا ہے مگر دونوں جگہوں سے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی شہادت کو نکال دیا گیا ہے۔(ملاحظہ ہو''عقیدہ ختم النبوۃ'':۹/۱۸۶،۱۹۸)

④......بریلوی مکتب فکر کے مولوی محمد عالم آسی کی تالیف''الکاویۃ علی الغاویۃ'' دوجلدوں میں ہے۔اس کی جلد اول مارچ ۱۹۳۱ءکوامرتسر سے شائع ہوئی جس پردرج ذیل علمائے اہل حدیث کی تقریظیں تھیں:

سید عبدالغفور غزنوی۔مولانا محمد حسین، مدرس الحدیث مدرسہ سلفیہ،امرتسر۔مولانا محمد داود غزنوی۔مولانا اصحاب الدین، مدرس مدرسہ سلفیہ،امرتسر۔ مولانا نیک محمد، شیخ الحدیث تقویۃ الایمان، امرتسر۔مولانا محمد حسین بٹالوی کے داماد مولانا محمد حسین (دیوبندی) آف کولوتارڑ وغیرہم رحمہم اللہ۔

مگراب بریلوی ناشرین نے انھیں''الکاویہ'' سے نکال دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو''عقیدہ ختم النبوۃ''،جلد:۱۱)

③......''الکاویہ'' کی جلددوم کے آخر میں مصنف نے شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری کی تنقیداورتقریظ دونوں درج تھیں جوحسب ذیل ہیں: تنقید ثنائی:

''مرزا قادیانی کے آخری فیصلہ کی بحث کتاب ہذا میں محتاجِ تفصیل ہے کیوں کہ یہی فیصلہ مرزائی مشن کے لیے حقیقی فیصلہ ہے۔سب سے اول چاہیے کہ مرزا قادیانی کے اصل الفاظ ملحوظ ہوں کیوں کہ مدعی کے دعویٰ پر جیسی وہ روشنی ڈالتے ہیں،دوسرا کوئی نہیں ڈال سکتا، چنانچہ وہ یہ ہیں:

''مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

﴿ يَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ﴾

بہ خدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی ! مدت سے آپ کے پرچہ''اہل حدیث'' میں میری تکذیب کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچے میں مردود وکذاب ، دجال اور مفسد کے نام سے منسوب کیا کرتے ہیں۔میں نے آپ سے بہت دکھ اُٹھایا مگر چونکہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اورآپ لوگوں کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی سخت لفظ نہیں ہو سکتا۔تو اگر میں ایسا ہی کذاب ودجال ومفتری ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤں گا۔''

ان الفاظ سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں:(۱) وجہ اعلان فیصلہ،یعنی ایذا پہنچانا۔(۲) دعا کرنا۔(۳) اس سے بڑھ کر کہ جملہ خبر ہے کہ اگر میں مفتری ہوں تو مولوی ثناءاللہ کی زندگی میں ہی مرجاؤں گا۔(۴) اس جملہ خبریہ کوآیت قرآنیہ متضمن حلف باللہ سے مؤکد کرنا۔

گو مرزا نے اس کو مباہلہ نہیں لکھا لیکن میں نے'' مرقع قادیانی'' میں اس اعلان کو دعا لکھا ہے اور مباہلہ بھی۔مگر مباہلہ کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کے دادا فتادہ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔رہا میرا انکار یا اقرار سو اس کو خدائی تصوف میں کیا دخل؟ جب کہ مرزا قادیانی اخیر اعلان میں لکھ چکے ہیں کہ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے،مضمون صاف کہ مولوی ثناءاللہ کی ہاں یا ناں کو دخل نہیں۔

کتاب ہذا میں مرقوم ہے کہ''پیر جماعت علی شاہ صاحب نے ۲۵ مئی ۱۹۰۸ءکوکہا تھا کہ مرزا چوبیس گھنٹوں کے اندر مر

جائے گا۔'' مگر اس واقعہ کو ''اہل فقہ'' (امرتسر) نے یوں لکھا تھا کہ ''پیر صاحب نے مرزا قادیانی کی نسبت ان الفاظ سے پیش گوئی فرمائی تھی کہ مرزا قادیانی بہت جلد عذاب کی موت مرے گا۔'' (''اہل فقہ'' مجریہ ۲۹ مئی ۱۹۰۸ء)

ناظرین کو یاد رہنا چاہیے کہ پیر صاحب کے معاملے میں اخبار ''اہل فقہ'' کی روایت سب سے زیادہ معتبر ہے کیوں کہ یہ اخبار پیر صاحب کا آرگن تھا۔ اگر چوبیس گھنٹوں کی پیش گوئی ہوتی تو ''اہل فقہ'' میں ضرور درج ہوتی۔

والسلام۔ ابوالوفاء ثناء اللہ''

اس کے بعد شیخ الاسلام کی تقریظ ہے جس کے نیچے ۱۷ ستمبر ۱۹۳۴ء کی تاریخ درج ہے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام کے شاگرد رشید مولانا حبیب اللہ کلرک کی تقریظ ہے۔ اور پھر کتاب کا خاتمہ ہے۔ مؤلف ''الکاویہ علی الغاویہ'' نے شیخ الاسلام کی تقریظ پر کوئی نقد نہیں کیا۔ نقد نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا کے اشتہار ''آخری فیصلہ'' کے متعلق آسی صاحب وہی نقطہ نظر رکھتے تھے جو مولانا ثناء اللہ امرتسری کا تھا۔

اس سکوت کے علاوہ اس پر اندرونی شہادت بھی ہے کہ ''الکاویہ'' کی جلد اول میں آسی صاحب نے ''چودھواں مقابلہ ۱۹۰۷ء: جنگ ثنائی'' کے زیر عنوان آخری فیصلے پر بحث کی ہے جس میں ثنائی موقف کی بھرپور ترجمانی ہے۔ (الکاویہ: ۱/ ۸۹)

اور اسی جلد کے صفحہ ۳ پر اُنھوں نے پیر صاحب کی پیش گوئی کے متعلق یوں لکھا ہے:

''اس وقت کے بالمقابل مخالفت اور تردید کرنے والوں کا خیال ہے کہ حضرت صوفی پیر جماعت علی شاہ کی بددعا کا نتیجہ ہے۔'' (الکاویہ: ۱/ ۳ طبع اول)

ان الفاظ پر غور کریں کہاں بدُعا کرنا اور کہاں چوبیس گھنٹوں میں مرنے کی پیش گوئی کرنا! پیر صاحب کی بدُعا ہو یا پیش گوئی، ان دونوں کے قبول کرنے میں تامل ہے کیوں کہ ان پر کوئی شہادت شرعیہ نہیں جو مرزا کی زندگی میں ثابت ہو، صرف مریدوں کی داستانیں ہیں اور بس!

محمد عالم آسی صاحب بھی اس حقیقت کو جانتے تھے اس وجہ سے اُنھوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی تنقید کو درج کیا ہے اور اس پر سکوت کر کے ان کی تائید کی ہے۔ اگر اس کی کوئی اصل ہوتی تو آسی صاحب ضرور اس کا اظہار کرتے اور بہ طور دلیل کوئی گواہ پیش کرتے۔

خیر، یہ بات ہم نے جملہ معترضہ کے طور پر کہہ دی ہے۔ اب اصل بات کی طرف آئیے اور وہ یہ کہ ''الکاویہ علی الغاویہ'' کی دوسری جلد کو ''عقیدہ ختم النبوۃ'' کی جلد ۱۲ اور ۱۳ میں شائع کیا گیا ہے مگر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی تقریظ اور تنقید دونوں کو نکال دیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو عقیدہ ختم النبوۃ: ۱۳/ ۳۵۶)

اس تحریف سے اُنھوں نے تاریخی حقائق کو بدلنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ ''عقیدہ ختم النبوۃ'' کے مقدمے میں مفتی محمد امین قادری نے مرزا کی موت کو پیر جماعت علی شاہ کی کرامت قرار دے کر مرزا کے اشتہار ''مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ'' کے متعلق ایسی باتیں کہہ دیں ہیں کہ پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ لکھاری سنّی نہیں بلکہ قادیانی ہے۔ اسے کہتے ہیں: ''حب علی نہیں، بغض معاویہ'' ہے۔

نادان دوست:

مفتی محمد امین قادری صاحب نے کتاب کے مقدمے میں اہل توحید کی خدمات کو محض ہیچ ثابت کرنے اور ان پر مرزائیت نوازی کے الزامات لگانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انھیں شاید اس بات کی خبر نہیں ہے کہ خود کو وہ جس میدان میں تنہا کھڑا کرنا چاہتے ہیں، وہ سب کا متفق تھا اور اب بھی ہے۔ تمام مکاتب فکر کے اہل علم نے مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کا مقدور بھر ردّ کیا ہے۔

اپنے اس سلسلے میں وہ دوسروں کی کتابیں شائع نہیں کرنا چاہتے تو نہ کریں، بلکہ انھیں تو نام لینا بھی گوارا نہیں، کسے پروا ہے۔ انھیں داد

تحسین نہیں دینا چاہتے تو کیا اس طرح ان کی خدمات مٹ جائیں گی! یہ سب باتیں تو ایک طرف، البتہ اتنی بات کا ہر کوئی پابند ہے کہ وہ انصاف کرنے والا ہو کہ اسلام کی یہی تعلیم ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾[المائدۃ:۸]

''اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس بات پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو، وہ پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے۔'' (ترجمہ احمد رضا)

مگر اُنھوں نے مذکورہ ارشاد ربانی کو پس پشت ڈال کر ظلم وزیادتی کو اپنایا ہے۔ اس سلسلے میں ایسے مواد کی ضرورت تھی جو حقائق پر مشتمل ہوتا اور قادیانی حضرات کے ردّ میں ہوتا۔ مگر اُنھوں نے حجم کو بڑھانے کے لیے بعض ایسی کتابوں کو بھی شامل کر دیا جن سے مرزائیت کی تردید کی بجائے اُلٹا انھیں فائدہ پہنچتا محسوس ہوتا ہے، چنانچہ اس سلسلے میں ایسا مواد آ گیا ہے جسے مرزائیت کی تردید کی بجائے تائید کہنا بجا ہوگا۔ چند امثلہ پیش خدمت ہیں:

(۱) ''عقیدہ ختم النبوۃ'' کی تیسری جلد میں مولوی حیدر اللہ خاں درانی کی تالیف ''درۃ الدرانی علی ردۃ القادیانی'' ہے جس میں اہل توحید پر کیچڑ اچھالا گیا ہے۔ مصنف وہابیوں سے اس حد تک بیر رکھتا ہے کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا تھا۔ (ص:۸۴،۸۵)

اس پر اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ؏

باندھی ہے تُو نے زیر فلک جھوٹ پر کمر

معنوی تحریف:

(۱)......اور بعض جگہ ستم یوں ڈھایا کہ نصوص میں معنوی تحریف کر دی، ملاحظہ فرمائیے:

''حدیث لا نبی بعدی کے معنی: ہاں حدیث لا نبی بعدی صحیح ہے لیکن اس کے معنی علماء کے نزدیک یہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی تشریع نہیں آئے گا جو تحریم اور تحلیل کے متعلق کوئی جدید شریعت بجز شریعت نبوی ﷺ کے لائے۔''

(درۃ الدرانی، ص:۲۶۱، عقیدہ ختم النبوۃ:۳/۲۹۵)

کیا لا نبی بعدی کے یہ اچھوتے معنی اُمت مرحومہ کی ترجمانی کرتے ہیں؟ قطعاً نہیں۔ اگر ہم اس پر کوئی تبصرہ کرتے ہوئے مرزا کے اقوال لا کر یہ ثابت کریں کہ یہی نظریہ مرزا قادیانی اور اس کی جماعت مرزائیہ کا ہے تو ہمیں قادیانیوں کا وکیل کہہ کر مطعون تو کیا جائے گا مگر مولوی حیدر اللہ درانی کی یاوہ گوئی کو غلط نہیں کہا جائے گا بلکہ اپنی تمام صلاحیتوں کو اس کے دفاع پر لگا کر تاویلیں کی جائیں گی، لہٰذا ہم اس پر ایسی شخصیات کا نقد دکھاتے ہیں جس پر کسی بریلوی کو چوں چراں کی گنجائش نہ رہے گی، ان شاء اللہ۔

علامہ طحطاوی حنفی (م ۱۲۳۱ھ) نے حاشیہ درمختار میں لکھا ہے:

"واما حديث "لا وحي بعدي" فباطل لا اصل له نعم ورد ((لا نبي بعدي)) ومعناه عند العلماء أنه لا يحدث نبي ينسخ شرعه." (حاشية الطحطاوي على درالمختار: ١/ ٤١ ط بولاق ١٢٦٨ ھ)

''اور حدیث ''لا وحی بعدی'' یعنی میرے بعد وحی نہیں، باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ ہاں، البتہ ''لا نبی بعدی'' کے لفظ وارد ہیں جس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کو منسوخ کر دے۔''

اسی طبع کا عکس مکتبہ رشیدیہ (کوئٹہ) نے شائع کیا ہے۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی صاحب نے اپنے ذاتی نسخہ طحطاوی پر بعض تعلیقات لکھی تھیں جن کو آج سے ربع صدی قبل مولوی محمد صدیق بریلوی صاحب نے ''تعلیقات رضا'' کے عنوان سے مرتب کر کے مرکزی مجلس رضا، لاہور سے ۱۹۸۲ء کو شائع کیا تھا، خاں صاحب علامہ

طحطاوی پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"هـذا من شنيع الذلات، والعياذ بالله تعالى، وإنـمـا معناه أنه لا نبي بعدي ﷺ أحد من العالمين أي لا تحدث النبوة لأحد سواء جاء بشـرع مـوافـق أو مخالف أولا ولا، فهذا هو إيمان المسلمين." (تعليقات رضا، ص:۱۹۳)

''اللہ تعالیٰ کی پناہ، اس معنی میں قبیح لغزش واقع ہوئی (معنی وہ نہیں جو طحطاوی نے بیان کیا ہے بلکہ) معنی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، چاہے موافق شریعت کے ساتھ یا مخالفت کے ساتھ، یا موافقت ومخالفت کچھ بھی نہ ہو اور یہی مسلمانوں کا ایمان ہے۔''

(۱)...... ''عقیدہ ختم النبوۃ'' کی جلد دہم میں سید حبیب صاحب مالک و مدیر روز نامہ ''سیاست'' کی کتاب ''تحریک قادیان'' شامل اشاعت ہے، اس کا ایک اقتباس ہدیہ ناظرین ہے، سید حبیب صاحب فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کو بہکانے کے لیے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام اور اس کے بانی ﷺ پر بے پناہ حملے شروع کر دیے جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا، آخر زمانہ نے تین آدمی ان کے مقابلے کے لیے پیدا کیے...... مسلمانوں میں سرسید نے سپر سنبھالی اور ان کے بعد مرزا غلام احمد اس میدان میں اُترے ...... مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سرسید کامیاب نہ ہوئے ...... اس وقت مرزا غلام احمد میدان میں اترے اور اُنھوں نے مسیحی پادریوں اور آریا اپدیشکوں کے مقابلے میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر رہنے کا تہیہ کر لیا، میں مرزا صاحب کے ادعائے نبوت وغیرہ کی قلعی کھول چکا ہوں، لیکن بقول یہ کہ ع

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو ہم انھیں زمانہ حال میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خادم مانتے، لیکن افسوس ہے کہ جس کی ابتدا اچھی تھی اس کی انتہا وہ نہ رہی جو ہونا چاہیے تھی (ملخصًا)۔''

(تحریک قادیان، ص:۱۶۹، عقیدہ ختم النبوۃ:۱۰/ ۴۳۷، ۴۳۹)

اس عبارت پر غور کریں کہ سید حبیب صاحب کس مبالغہ سے مرزا کی تعریف وتحسین کر رہے ہیں اور ہمارے اناڑی ''مجاہدین ختم نبوت'' اسے طمطراق سے شائع کر رہے ہیں۔ یہاں پر ایک سوال ہے جو نہایت معقول ہے کہ مرزا نے کس آریا اور عیسائی کی کتاب کا جواب لکھا ہے، زیادہ نہیں صرف ایک آریا اور ایک عیسائی کی کتاب کی نشان دہی کر دی جائے۔ مگر ایسا ممکن نہیں۔ مرزا قادیانی کی ربع صدی کی تصنیفی اور علمی زندگی اور جدوجہد کا موضوع اور ان کی دلچسپیوں کا مرکز وفات مسیح اور مسیح موعود کا دعویٰ ہے، اس مسئلہ سے جو کچھ وقت بچتا ہے وہ خدمت جہاد اور حکومت وقت کی وفاداری اور اس سلسلہ میں مخالفین سے نبرد آزمائی اور معرکہ آرائی ہے۔

بقول مولانا ابوالحسن ندوی اگر ان کی تصانیف سے ان مضامین کو خارج کر دیا جائے جو حیات مسیح اور نزول مسیح اور ان کے دعاوی اور اس سے پیدا ہونے والے مباحث سے متعلق ہے تو ان کی تصنیفی کارنامہ کی ساری اہمیت اور وسعت ختم ہو جائے گی۔ (قادیانیت)

کرنے لائق کام نہیں کیے:

''عقیدہ ختم النبوۃ'' کے موسوعہ کو شائع کرتے ہوئے اس بات کی بھی ضرورت تھی کہ قرآن کی آیات کا حوالہ دیا جاتا، مواد میں آمدہ احادیث نبویہ کی تخریج کی جاتی، آثار صحابہ کرام کی نشان دہی کی جاتی، مواد کی جانچ پڑتال کی جاتی، جہاں نقص تھا وہاں مفید حواشی لکھے

جاتے۔ مگر ان تمام کاموں میں سے کسی کو کما حقہ انجام دینا تو کجا، سرے سے انھیں ہاتھ ہی نہیں لگایا گیا۔ حتیٰ کہ انھیں مرزا قادیانی کی مدح وتوصیف بھی قبول ہے، نصوص میں معنوی تحریف بھی اور وہ بھی ایسی کہ جس نے ان کی تمام محنت پر پانی پھیر کر انھیں مرزائی وکلائے صفائی کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ اگر پیٹ میں مروڑ اُٹھا ہے تو علمائے اہلِ حدیث کی خدمات پر۔ مگر جن عبارات سے مرزائیت کو تقویت پہنچتی ہے وہاں یہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

ایک مزید مثال پیشِ خدمت ہے۔

''عقیدہ ختم النبوۃ'' کی پندرھویں جلد میں بابو پیر بخش کی کتاب ''تردید نبوت قادیانی'' ہے جو میر قاسم مرزائی کی تصنیف ''النبوۃ فی خیر الامۃ'' کا جواب ہے۔ میر قاسم علی مرزائی نے پیر جماعت علی شاہ صاحب کے مرید ظفر علی کا رسالہ ''انوار صوفیہ'' کے ستمبر ۱۹۰۷ء کے شمارہ سے حسبِ ذیل عبارت نقل کی ہے:

> ''آنحضرت ﷺ کی سچی تعلیم اور اضافہ برکات سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ جو شخص آپ کی کامل اتباع کرتا ہے، اسے خداوند تعالیٰ ظلی نبوت کے انوار سے منور فرما کر دین محمدی کی حمایت کے لیے مامور کرتا ہے اور ایسے بزرگ ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں اور رہیں گے جن کو آنحضرت نے ((علماء أمتي كأ نبياء بني إسرائيل .)) فرمایا ہے۔''

(انوار صوفیہ ستمبر ۱۹۰۷ء، ص: ۱۲، ۱۳، تردید نبوت قادیانی، ص: ۲۲۱، عقیدہ ختم النبوۃ: ۱۵/ ۴۶۴، ۴۶۵)

بابو پیر بخش نے اس حوالے کی صحت سے انکار نہیں کیا صرف تاویل کی ہے کہ اس میں ولایت کا ذکر ہے۔ حالانکہ مذکورہ عبارت ''ظلی نبوت کے انوار سے منور فرما کر دین محمدی کی حمایت کے لیے مامور کرتا ہے'' میں خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں جو بابو صاحب کی تاویل کو ردّ کرتے ہیں۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ بریلوی مکتبِ فکر کی طرف سے اس کا کوئی شافی جواب دیا جاتا۔ اگر بابو صاحب سے بن نہیں پڑا تھا تو حاشیے میں اس کی وضاحت کر دی جاتی۔ اگر ناشرین کے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہ تھا تو حسبِ عادت اسے صوفیاء کی شطحیات ہی کہہ دیا جاتا۔ مگر انھیں یہ کرنے کی بھی توفیق نہیں ملی اور ''خطائے بزرگاں گرفتن خطا است'' پر عمل کر لیا۔

خیر، اس پر خاموشی اختیار کی، وجہ کوئی بھی رہی ہو۔ مگر جس عربی عبارت کو کائنات کے امام سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا فرمان کہا گیا ہے اس کے متعلق ہی وضاحت کر دی جاتی کہ ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر، علامہ زرکشی اور علامہ دمیری (الموضوعات الکبیر، ص: ۸۲) اور علامہ البانی (الضعیفة: ۴٦٦) وغیرہ نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ مگر اُنھوں نے اس بات کا قطعی کوئی احساس نہیں کیا کہ جھوٹی روایت کو بیان کرنا کس قدر جرم ہے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

❁...... ''حدیث موضوع کی روایت بے ذکرِ ردّ و اِنکار ناجائز ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۷/ ۱۲۹)

❁...... ''شہادت نامے نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایاتِ باطلہ وبے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں ایسے بیان کا پڑھنا سننا وہ شہادت ہو خواہ کچھ اور، مجلس میلاد مبارکہ میں ہو خواہ کہیں اور، مطلقاً حرام وناجائز ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۴/ ۵۱۴)

❁...... ''روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام۔''

(فتاویٰ رضویہ: ۲۳/ ۴۳۲)

❁...... ''موضوع حدیث متہم بالکذب کی روایت کو کہنا کہ حضور نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ پر افترا کی جرأت ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ: ۲۲/ ۲۹۷)

اس تفصیل کے بعد ہم پورے جزم ویقین اور اپنے دین وایمان کی محکمی سے عرض کرتے ہیں کہ مذکورہ روایت کی کوئی اصل نہیں اور یہ کہ من گھڑت وباطل ہے۔



بدعات ورسوم

اپریل فول کی تاریخی وشرعی حیثیت

اعزازالحق نعیم،ضیاءالحق نعیم

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کا طریق ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ بدعات، رسومات اور معاشرتی خرابیوں کی نشان دہی کر کے ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ چند دہائیوں سے مغرب کے معاشرتی مفاسد...... ویلنٹائن ڈے، اپریل فول...... کی جس طرح نقالی اور نمو کی جارہی ہے وہ صرف معاشرتی مفاسد ہی نہیں بلکہ دینی مفاسد بھی ہیں جو...... اعاذنا اللہ منہ...... جہنم میں لے جانے کے اسباب ہیں۔

ماضی میں عموماً اپریل فول پر کوئی نہ کوئی مقالہ یا مضمون الاعتصام میں طبع ہوتا رہا، چنانچہ اس مرتبہ ہم سہ ماہی ''المکرّم'' (گوجرانوالا) کے شکریے کے ساتھ ذیل کا مضمون جسے تحقیقی بھی کہا جا سکتا ہے، قارئین کے استفادے کے لیے شاملِ اشاعت کر رہے ہیں۔ ناقابل بیان مسرت اس کے مضمون نگاران...... اعزازالحق نعیم، ضیاءالحق نعیم...... کا نام دیکھ کر ہوئی کہ یہ ہمارے برادرعزیز ترین قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ کے برخوردار ہیں۔ بارک اللہ تعالی في عمرھما وعلمھما وعملھما. اور ہم نے محسوس کیا کہ ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' (دعا گو: احمد شاکر)

مسلم معاشرے میں چند ایسے تہوار فروغ پا چکے ہیں جو غیر اسلامی ہونے کے ساتھ ساتھ سچائی کے منافی بھی ہیں، اپریل فول (April Fool's Day) بھی انھی میں سے ایک ہے۔ اس تہوار کی شرعی حیثیت بیان کرنے سے قبل اس کا معنی بیان کرنا اور تاریخی جائزہ لینا مناسب ہے۔

اپریل شمسی سال کا چوتھا مہینا ہے، رومن میں اس ماہ کو اپریلس (Aprilis) کہتے ہیں۔ یہ لفظ ''Aperire'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ''کھلنا'' ہے۔ اس ماہ کی اپنے نام سے مناسبت یہ ہے کہ اس ماہ میں پھول اور کلیاں کھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

(Chambers's encyclopaedia,Vol:1,P:353)

''فول'' نادان، سادہ لوح اور بیوقوف جیسے معانی میں مستعمل ہے۔

(Concise oxford dictionary,P:318)

بطور تہوار اپریل فول سے مراد جھوٹ بول کر ایک دوسرے سے مذاق کرنا اور بیوقوف بنانا ہے۔

تاریخی پس منظر:

اپریل فول کی مستند تاریخی حقیقت کسی کتاب میں مذکور نہیں، البتہ چند وجوہات یا واقعات زبان زد عام ہیں اور ان میں بھی مورّخین کا خاصا اختلاف ہے، جن میں سے صرف دو کا ذکر بالاختصار کیا جا رہا ہے:

۱: ۱۵۶۴ء تک نئے سال کا آغاز مارچ کے آخر سے ہوتا تھا اور سال کا افتتاحی جشن ۲۱ یا ۲۵ مارچ سے یکم اپریل تک منایا جاتا تھا۔ پوپ گریگوری ۸ (Pope Gregory XIII) نے ایک نیا کیلنڈر متعارف کروایا جس میں سال کا آغاز جنوری سے ہوتا تھا، چنانچہ چارلس ۹ (Charles IX) نے اس کیلنڈر کو رائج کر دیا۔ غیر ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ کے باعث بہت سے لوگ اتنی بڑی تبدیلی سے لاعلم رہے اور بدستور نئے سال کی تقاریب پہلے کی طرح مناتے رہے۔ جن لوگوں کو اس تبدیلی کا علم ہو چکا تھا اُنھوں نے اس تبدیلی سے ناواقف لوگوں کو مذاق کا نشانہ بنایا اور ان کو اپریل فول کے طنزیہ نام سے پکارنے لگے پھر آہستہ آہستہ یہ لوگوں میں عام ہوتا گیا حتیٰ کہ اسے باقاعدگی سے منایا جانے لگا۔

۲: اندلس پر تقریباً آٹھ سو (۸۰۰) سال مسلمانوں کی حکومت رہی

ہے۔ مسلم حکومت پر جب وقت زوال آیا تو عیسائی دوبارہ ان علاقوں پر قابض ہوگئے حتیٰ کہ اسپین (اندلس) پر بھی قبضہ کرلیا گیا اور مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہوئے خون کی ندیاں بہادیں۔ ان حالات کو دیکھ کر بعض مسلمانوں نے اپنا روپ عیسائیوں جیسا بنا لیا ۔ عیسائیوں نے جاسوس چھوڑے تاکہ بچے ہوئے مسلمانوں کی نشان دہی کر کے انھیں قتل کیا جائے ، لیکن کامیاب نہ ہو سکے ۔ چنانچہ عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ ۲ (Ferdinand II) نے ایک منصوبہ تشکیل دیا اور اس منصوبے کے تحت ملک بھر میں ایک مہینا اعلان عام کروایا کہ تمام مسلمان غرناطہ میں جمع ہو جائیں تاکہ انھیں بحری جہاز کے ذریعے دوسرے علاقوں میں لے جا کر مسلمانوں کا الگ ملک آباد کیا جائے ، اعلان میں اس بات کی یقین دہانی بھی کروائی گئی کہ انھیں امن وامان سے لے جایا جائے گا اور دھوکا دہی نہیں کی جائے گی۔ اعلان سن کر تمام مسلمان غرناطہ میں الحمراء کے نزدیک بڑے بڑے میدانوں میں جمع ہو گئے جہاں ان کے لیے خیمے لگائے گئے تھے ۔ مسلمانوں کو بحری جہاز پر سوار کیا گیا جس میں بچے ، بوڑھے ، مرد و خواتین سب موجود تھے اور جہاز وہاں سے روانہ ہوا۔ جب گہرا سمندر آیا تو ان عیسائیوں نے اپنے منصوبے کے تحت اس جہاز کو غرق کر دیا اور تمام مسلمانوں کو ابدی نیند سُلا دیا۔ یہ سانحہ تقریباً پانچ سو (۵۰۰) سال قبل یکم اپریل کو وقوع پذیر ہوا۔

اس واقعہ کے بعد اسپین میں خوب جشن منایا گیا کہ دیکھو ہم نے مسلمانوں کو کیسے بیوقوف بنایا! پھر یہ سانحہ یا جشن اسپین سے تجاوز کرتا ہوا پورے یورپ میں فتح عظیم کی شکل اختیار کر گیا جسے اپریل کے بے وقوف (First april fool) کا نام دیا گیا۔

مسلمانوں میں اپریل فول:

یہ تہوار صرف غیر مسلموں میں ہی معروف تھا ، کچھ عرصہ قبل اس تہوار کو مسلمانوں میں عام کرنے کے لیے اس کی حقیقت کو پس پردہ رکھتے ہوئے مسلمانوں میں متعارف کروایا گیا جس میں مغربی معاشرے سے متاثر لوگوں نے شمولیت کی ، حتیٰ کہ دور حاضر میں تقریباً ہر مسلم اس تہوار کو منانے میں مشغول نظر آتا ہے حالانکہ صادق و مصدوق نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو خبردار کر دیا تھا کہ ایک وقت تم پر ایسا آئے گا کہ تم یہود و نصاریٰ کی اتباع اس طرح کرو گے جیسے بالشت برابر بالشت اور بازو برابر بازو ہے۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر:۳۴۵۶)

اپریل فول کے نقصانات:

اپریل فول میں پائے جانے والے مفاسد کو دیکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ اسے منانا دنیا و آخرت کے خسارے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ا۔ جھوٹ:

ہر وہ خبر جو حقیقت کے برعکس ہو ، شرع میں جھوٹ ہی شمار ہوتی ہے ، خواہ اس خبر کا تعلق قول ، فعل ، اشارہ یا سکوت ہی سے ہو۔ جھوٹ انسان کے لیے سراسر ہلاکت کا سامان ہے۔ اسلام سے قبل بھی جھوٹ کو مذموم سمجھا جاتا تھا ، شاہ روم ''ہرقل'' نے جب نبی ﷺ کے متعلق سوال کیے تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

"فوالله لو لا الحياء من أن يأثروا علي كذبا لكذبته عنه . "(صحيح بخاري ، رقم: ۷)

''اللہ کی قسم! اگر مجھے اپنے جھوٹے سمجھے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور آپ (ﷺ) کے متعلق جھوٹ بولتا۔''

اسلام میں بھی جھوٹ سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے ۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

❁......((إياكم والكذب ، فإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار .)) (صحيح مسلم ، رقم:۲۶۰۷)

''جھوٹ سے بچو! یقیناً جھوٹ انسان کو برائی کی طرف لے

جاتا ہے اور برائی انسان کو جہنم میں پہنچا دیتی ہے۔''

✿...... ((آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب...... إلخ .)) (متفق عليه)

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے...... الخ۔''

یعنی جھوٹ منافقین کی خصلت ہے جسے اختیار کرنا کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ حتیٰ کہ بہ طور مذاق بھی جھوٹ بولنے کی مذمت کی گئی ہے اور اس کو مسلمان کی ہلاکت کہا ہے:

((ويل للذي يحدث فيكذب ليضحك به القوم ويل له ويل له .))

أبوداود، رقم: ٤٩٩ وحسنه الالباني)

''بربادی ہے اس شخص کے لیے جو جھوٹی بات اس لیے کرتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے، اس کے لیے بربادی ہے، اس کے لیے بربادی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"يا لسان! قل خيرا تغنم، واسكت عن شر تسلم من قبل أن تندم ."

''اے زبان! اچھی بات کرنا تمھارے لیے غنیمت ہے اور ندامت اُٹھانے سے قبل بری بات سے خاموش رہنا باعث سلامتی ہے۔''

۲۔ اللہ کے دشمنوں کی خوشی میں شرکت:

غیر مسلموں کے تہوار میں شرکت سے اسلام نے سرزنش کی ہے، حتیٰ کہ ان کی کسی بھی خاص عادت یا مذہبی شعار کو اپنانے سے بھی شرع نے منع کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾[الفرقان: ۷۲]

''اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے۔''

امام مجاہد، طاوس، ابوالعالیہ، ابن سیرین، ضحاک، ربیع بن انس اور دیگر مفسرین رحمہم اللہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ ﴿الزُّوْرَ﴾ سے مراد مشرکین کے تہوار ہیں۔

اسی طرح نبی ﷺ نے اغیار کی مشابہت سے منع فرمایا ہے:

((من تشبه بقوم فهو منهم .))

(مسند أحمد، رقم: ٥١١٥)

''جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انھیں میں سے ہے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"اجتنبوا أعداء الله في أعيادهم ."

(رواه البيهقي بسند صحيح)

''اللہ کے دشمنوں کی عیدوں میں (ان کی موافقت سے) بچو۔''

۳۔ اللہ کی ناراضی:

اللہ کی ناراضی صرف فعلاً ہی نہیں ہوتی بلکہ اکثر انسان اپنے قول کے باعث اللہ کی ناراضی کا مستحق بن جاتا ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((وإن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله تعالى لا يلقي لها بالايهوي بها في جهنم .))

(صحيح بخاري، رقم: ٦٤٧٨)

''انسان لاپروائی برتتے ہوئے اللہ کی ناراضی والا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کے سبب وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔''

۴۔ دھوکا دہی کا ارتکاب:

دھوکے باز جس طرح معاشرے میں اپنا مقام کھو بیٹھتا ہے اسی طرح روزِ قیامت بھی ذلت و رسوائی اس کا مقدر ٹھہرے گی، نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((لكل غادر لواء يوم القيامة، يقال: هذه

(باقی صفحہ ۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دونسخوں کا آنا ضروری ہے

مجموعہ مقالات وفتاویٰ

تصنیف: علامہ شمس الحق عظیم آبادی
ترتیب وتحقیق: فضیلۃ الشیخ محمد عزیر شمس
تخریج: حافظ شاہد محمود
ناشر: دار ابی الطیب، گلی نمبر ۵، حمید کالونی، گل روڈ، گوجرانوالہ۔ بہترین کمپوزنگ، عمدہ طباعت، بہت اچھا کاغذ، مضبوط خوب صورت جلد۔
ضخامت: ۷۱۰ صفحات
تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

سرزمین برصغیر جو تین ملکوں (ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش) کے مجموعے کا نام ہے، علم وعلماء کے اعتبار سے نہایت پرثروت ہے۔ اس میں ہر فقہی مسلک کے لاتعداد اصحاب علم پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے زاویۂ فکر کے مطابق بے حساب تصنیفی وتدریسی خدمات سر انجام دیں اور دے رہے ہیں۔ اسی طائفہ ذی شان میں ایک عظیم المرتبت عالم دین حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادی تھے جو عیسوی تقویم کی رو سے ۱۹ جولائی ۱۸۵۷ء کو ہندوستان کے صوبہ بہار کے درالحکومت پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۰ مارچ ۱۹۱۱ء کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔ قمری حساب سے ان کا سنِ ولادت ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ اور سن وفات ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ بنتا ہے۔ یعنی عیسوی حساب سے اس عالم جلیل نے ۵۴ سال اور قمری حساب سے کل ۵۶ سال عمر پائی۔ اس مختصر عمر میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے وہ علمی اعتبار سے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ اُنھوں نے اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں میں تصنیفی کام کیا اور بہ درجہ غایت محققانہ انداز میں کیا۔ ان کی تحریریں پڑھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے فہم وادراک کا دائرہ بھی بہت وسیع تھا اور قلم کی رفتار بھی بہت تیز تھی۔ تصنیفی مساعی کے ساتھ ساتھ ان کی تدریسی خدمات بھی باقاعدگی سے جاری رہیں۔ متعدد حضرات نے ان سے اکتساب علم کیا اور اپنے عہد کے رفیع المنزلت اصحابِ علم کی فہرست میں شمولیت کے اعزاز سے مفتخر ہوئے۔

حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی بوقلموں قلمی کاوشیں ۳۲ کتابوں پر محیط ہیں۔ ان میں ایک اہم کاوش ان کے فتاوے اور مختلف موضوعات پر ان کے مقالات ورسائل ہیں جو ہمارے فاضل دوست مولانا محمد عزیر شمس نے نہایت محنت سے ترتیب دیے اور کامل تحقیق سے ان پر ضروری حواشی لکھ کر ایک بہت بڑی سوغات کی صورت میں خوانندگانِ محترم کے حوالے کرنے کا شرف حاصل کیا۔

یہ فتاوے اُردو، عربی، فارسی، تین زبانوں میں مرقوم ہیں۔ اس زمانے کے برصغیر کے علماء میں علمی سفر کو کامیابی سے طے کرنے کے لیے یہ تینوں زبانیں مروج تھیں۔ حضرت مولانا عظیم آبادی نے اپنے تحریر فرمودہ فتاویٰ میں قرآن وحدیث کے علاوہ ائمہ اربعہ اور مختلف فقہائے کرام کی کتابوں کے حوالے بھی دیے ہیں۔ اس طرح فتاوے کے اس مجموعے کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے اور اس سے تمام مکاتب فقہ کے لوگ استفادہ کرسکتے ہیں۔ اس سے مولانا کے وسعتِ مطالعہ اور ان کے علم وفکر کی ہمہ گیری کا پتا چلتا ہے۔

اردو فتوے دس موضوعات یا عنوانات پر مشتمل ہیں اور وہ موضوعات وعنوانات یہ ہیں: (۱) عقائد۔ (۲) نماز۔ (۳) جنازہ۔ (۴) زکات وصدقات۔ (۵) نکاح۔ (۶) طلاق۔ (۷) رضاعت۔ (۸) قربانی۔ (۹) وراثت۔ (۱۰) خرید وفروخت۔

ان دس عنوانوں کے تحت ذیلی عنوانات بھی آتے ہیں جن کی بنا پر اردو فتاویٰ کی تعداد ۵۲ تک پہنچ جاتی ہے۔ اس سے آگے آٹھ مقالات ورسائل آتے ہیں۔ یہ بھی فتاوے کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً فتویٰ ردِّ تعزیہ داری، شب براءت کی فضیلت وغیرہ۔ یہ آٹھ فتوے شامل کر کے کل ساٹھ فتوے ہوئے۔ یہ مختلف قسم کے مسائل کا عظیم الشان ذخیرہ ہے جو قرآن وحدیث اور کتب فقہ کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔

اس سے اگلا حصہ فارسی زبان کے پانچ فتووں پر مشتمل ہے۔ فتاوی کے اس مجموعے کے مرتب مولانا محمد عزیز شمس ہندوستان کے ایک مشہور علمی خانوادے کے لائق ترین فرد ہیں۔ جو ۱۹۵۷ء میں پیدا ہوئے اور اپنے وطن کے مدارس میں ممتاز اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی پہنچے اور وہاں کا نصاب مکمل کر کے مکہ مکرمہ کی ام القریٰ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور اس کے نصاب کی تکمیل کی۔

ان کو اللہ نے یہ توفیق بخشی کہ اپنے ملک کے مختلف مقامات کی مشہور لائبریریوں کی علمی سیاحت کی جن میں دہلی، لکھنو، علی گڑھ، کلکتہ، بنارس، پٹنہ، اعظم گڑھ وغیرہ شہروں کی لائبریریاں شامل ہیں۔ پھر مکہ اور مدینہ میں تحصیل علم کے دوران میں پاکستان، مصر، اردن، شام، ترکی، فرانس اور برطانیہ وغیرہ ملکوں کے طویل سفر کیے اور ان ملکوں کی لائبریریوں سے استفادہ کیا۔ وہاں کے بہت سے اصحاب علم سے بھی ان کی ملاقاتیں ہوئیں۔ بعض ملکوں میں ایک سے زیادہ مرتبہ جانے کا بھی اتفاق ہوا۔

مولانا محمد عزیز شمس نے عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی کی بے شمار کتابوں کا مطالعہ کیا۔ عربی مخطوطات سے انھیں خاص طور پر دلچسپی ہے۔ اور ان کا سراغ لگانا اور مطالعہ کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ پھر اُنھوں نے صرف مطالعہ پر ہی اکتفا نہیں کیا، تحریر ونگارش کو بھی مرکز التفات ٹھہرایا اور عربی اور اردو میں وہ کام کیا جس کی طرف کسی دوسرے اہل علم کی توجہ مبذول نہ ہوسکی۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے متعلق قدیم مآخذ میں جو مواد موجود ہے، اسے تنقیدی حواشی کے ساتھ مرتب کیا اور ''الجامع لسیرۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ'' کے نام سے اس کو شائع بھی کر دیا گیا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں اُنھوں نے اور بھی بہت کام کیا ہے۔ اس موضوع پر ان کی خدمات اس قدر پھیلی ہوئی ہیں کہ انھیں امام سے متعلق متخصص کا مرتبہ حاصل ہے۔

اُنھوں نے بعض اردو کتابوں کے عربی میں اور عربی کتابوں کے اردو زبان میں ترجمے کیے، جن میں مسدس حالی کا نثری عربی ترجمہ بھی شامل ہے۔

حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادی سے متعلق جو خدمات سرانجام دیں ان میں زیر تبصرہ کتاب ''مجموعہ مقالات وفتاویٰ'' اپنے موضوع کی معرکہ آرا کتاب ہے۔ اس پر اُنھوں نے جو حواشی رقم کیے ہیں، دوسری تعلیقات سے ان کو ممتاز کرنے کے لیے ان کے آخر میں بریکٹ میں [ع ش] لکھ دیا گیا ہے، یعنی عزیز شمس۔

کتاب میں مذکور احادیث وآثار کی تخریج کی خدمت حافظ شاہد محمود (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے انجام دی ہے۔ یہ بہت بڑا اور محنت طلب کام ہے جو اس نوجوان عالم نے کیا۔ تخریج سے اصل ماخذ تک نہایت آسانی سے رسائی ہوجاتی ہے۔ سات سو سے زائد صفحات کی اس کتاب میں مجھے پروف ریڈنگ کی کوئی غلطی نظر نہیں آئی۔

کتاب میں عربی اور فارسی کی بے شمار عبارتیں درج ہیں بریکٹ میں ان کا اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ ترجمہ ڈاکٹر محمد احمد (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)، مولانا عبداللہ سلیم اور جناب عبدالعظیم حسن زئی صاحب نے کیا ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ مقالات وفتاوی کا یہ مجموعہ پہلی مرتبہ ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا تھا۔ موجودہ طباعت میں چند نئے دست یاب فتوے شامل کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں احادیث و آثار کی تخریج اور عربی، فارسی عبارات کے ترجمے کا کام کیا گیا ہے۔

آغاز میں حضرت مصنف کے حالات درج کیے گئے ہیں۔ نیز مولانا محمد عزیز شمس کا رقم کردہ طویل مقدمہ ہے، جس میں فتوے اور

کتبِ فتاویٰ کے سلسلے میں بہت سی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں اور برصغیر میں اس موضوع کی جو کتابیں لکھی گئیں، ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اس کتاب کے مطالعہ سے بہت ہی اہم اور ضروری معلومات قارئین کے علم میں آئیں گی۔

دارابی الطیب گوجرانوالہ نے اسے شائع کرکے بڑی اہم خدمت سرانجام دی ہے۔اس سے تھوڑا عرصہ قبل اس ادارے کی طرف سے حضرت سید نواب محمد صدیق حسن خاں کی ''مجموعہ رسائل عقیدہ'' کی تین جلدیں شائع ہوئی تھیں۔ان کتابوں کی اشاعت ہمارے دوست مولانا عارف جاوید محمدی کی کوشش سے ہورہی ہے۔انھیں قدیم دور کے اہل علم سے قلبی تعلق ہےاوران کی قلمی سرگرمیوں کو اُجاگر کرنا وہ اپنا فرض قرار دیتے ہیں۔یہ سلسلہ ان شاءاللہ جاری رہے گا۔

تصحیح

گزشتہ شمارہ (۱۳) کے صفحہ (۲۴)، سطر (۲) (کالم :۲) میں لفظ ''بنظر استحصال''، غلطی سے طبع ہوگیا تھا۔درست لفظ ''بنظر استحسان'' ہے۔قارئین تصحیح فرمالیں۔

ضرورتِ اساتذہ

القرآن (بلال) اسلامک سینٹر میں شعبہ حفظ کے لیے ماہر اور محنتی اساتذہ کی اَشد ضرورت ہے۔ وظیفہ حسب لیاقت ہوگا۔آنے سے پہلے مندرجہ ذیل نمبروں پر رابطہ کریں۔

جامع مسجد بلال ابوالخیر روڈ دوسا کو چوک نزد کوٹ عبدالمالک، لاہور

فون نمبر:0321-9622936,0300-8204865

بقیہ: تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

﴿یَاَیُّهَا الْاِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیمِ oالَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَoفِیْٓ اَیِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ o﴾ [الانفطار:٦-٨]

''اے انسان! تجھے تیرے کرم والے رب کے متعلق کس چیز نے دھوکا دیا؟ وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں بھی اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔''

گویا تمھیں پیدا اللہ نے کیا، اسی نے پروان چڑھایا، اسی نے رزق کا انتظام کیا، وہی تمھارا مالک ہے اس کے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے؟ کس نے تمھیں دھوکا دیا ہے؟ شکر اس کا ہونا چاہیے یا ان کا جنھوں نے نہ تمھیں پیدا کیا نہ ہی وہ تمھاری موت وحیات کے مالک ہیں۔وہ مخلوق ہیں خالق نہیں ہیں۔

بقیہ: اسلام میں انسانی حقوق کا معاشی و معاشرتی تصور

استحکام کے لیے اقدامات کریں۔اور اسے محروم معیشت افراد کا حق قرار دیا گیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ oلِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ o﴾[المعارج:٢٤،٢٥]

''اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَo وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُoفَكُّ رَقَبَةٍo اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍo یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍo اَوْمِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍo﴾[البلد: ١١-١٦]

''پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ گھسا۔اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ مشکل گھاٹی کیا ہے؟ (وہ) گردن چھڑانا ہے۔یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا ہے۔کسی قرابت والے یتیم کو۔یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو۔'' (باقی آئندہ)

مسلمان عورت سے!

یہ شرحِ آیۂ عصمت سے جو ہے بیش نہ کم
دل و نظر کی تباہی ہے قربِ نامحرم
سدا رہا وہ اسیرِ شکایتِ تقدیر
کہ جس نے خود نہ بنائے عمل سے لوح و قلم
ہوس کا نام محبت رکھا ہے دنیا نے
ہوئی ہے مسخ یہاں تک تو فطرتِ آدم
ادب کی آڑ میں تزئین پا رہے ہیں گناہ
تَرش رہے ہیں حرم میں بھی شاعری کے صنم
زمانہ لذتِ سوزِ یقیں سے ہے محروم
کوئی خرابِ مسرت ، کوئی تباہِ الم
حیا ہے آنکھ میں باقی نہ دل میں خوفِ خدا
بہت دنوں سے نظامِ حیات ہے برہم
یہ سینما یہ کلب گھر ، یہ ''مدرسے'' یہ چمن
انھی کے بھیس میں شیطان نے لیا ہے جنم
یہ نیم باز سے بُرقعے یہ دیدہ زیب نقاب
جھلک رہا ہے جھلا جھل قمیص کا ریشم
تری حیات ہے کردارِ رابعۂ بصری
ترے فسانہ کا موضوع عصمتِ مریم علیہا السلام
نہ دیکھ! رشک سے تہذیب کی نمائش کو
کہ سارے پھول یہ کاغذ کے ہیں خدا کی قسم
وہی ہے راہ ترے عزمِ شوق کی منزل
جہاں ہیں عائشہؓ و فاطمہؓ کے نقشِ قدم

(ماہر القادری)